ہفت روزہ
الجمعیۃ
نئی دہلی
جلد:۳۴ شمارہ:۴۶ ۱۲رتا۱۸رنومبر۲۰۲۱ء — ۶رتا۱۲رربیع الآخر۱۴۴۳ھ
Year-34 Issue-46 12 - 18 November 2021 Page 16

تشدّد اور اشتعال انگیزی سے کمزور ہو رہا ہے

قومی اتحاد

ملک کے امن پسند شہریوں کیلئے لمحۂ فکریہ

ہندستان میں تشدد اور اشتعال انگیزی میں اضافہ عام شہریوں کی خاموشی سے ہی ہو رہا ہے جس سے ملک کا اتحاد کمزور ہوتا جا رہا ہے، اب سوال یہ ہے کہ آخر اس کا علاج کیا ہے؟

محمد سالم جامعی

ہندستان ایک آزاد جمہوری اور سیکولر ملک ہے، یہ دنیا کا پہلا ملک تھا جس نے غلام ملکوں کو آزادی کی راہ دِکھائی۔ ہمارے اکابر کا، جنھوں نے ملک کی آزادی میں جاں فروشانہ کردار ادا کیا، بھی یہ ہی نقطۂ نظر تھا کہ ہندستان کو اگر غلامی سے نجات مل جاتی ہے تو اس سے آقا بننے والے ملکوں کی ہوا اُکھڑ جائے گی اور دنیا کی دوتہائی انسانی آبادی جو غلامی کی زندگی گزار رہی ہے لیلائے آزادی سے ہم آغوش ہو سکے گی، ہوا بھی ایسا ہی، ہندستان کے آزاد ہوتے ہی برطانیہ، فرانس، پرتگال وغیرہ ان تمام ملکوں کے ہوش ٹھکانے آ گئے جو آدھی سے زائد دنیا پر اپنی حکمرانی کا سکہ جمائے ہوئے تھے اور محض ایک دہائی کے اندر ہی پوری دنیا کو آزادی کی فضا میں سانس لینے کا موقع مِل گیا آزاد ہونے والے ان ملکوں میں خوں ریزیاں بھی ہوئیں، آزادی کے متوالوں کو دار ورسن کی آزمائش سے بھی گزرنا پڑا اور قید و بند کے وہ تمام مصائب بھی ان کا مقدر بنے جو ہمیشہ ہی آزادی کے متوالوں کا مقدر بنتے رہے ہیں۔ ہندستان میں بھی آزادی چاہنے والوں کو ان تمام حالات سے گزرنا پڑا اور پوری ایک سو سالہ جدوجہد کے بعد ملک آزادی کی دولت سے ہمکنار ہوا۔ ہندستان میں آزادی کی تحریک بھی محاذ آرائی اور انگریزی سامراج کے ساتھ زور آزمائی کے ساتھ شروع ہوئی مگر مہاتما گاندھی کے تحریک آزادی کی قیادت سنبھالنے کے بعد انھوں نے تشدد کی جگہ عدم تشدد کے فلسفہ کا استعمال کیا اور یہ کہنا کوئی مبالغہ نہ ہوگا کہ عدم تشدد کے فلسفہ نے آزادی کی تحریک میں ایک کلیدی کردار ادا کیا جس کا نتیجہ ۱۵ر اگست ۱۹۴۷ء کو آزادی کی شکل میں سامنے آیا۔

(باقی ص۱۴ پر)

اندر پڑھئے
• گاندھی جی اور ساورکر کی تفہیم ص۵ • آندھرا پردیش میں اقلیتوں کے لئے سب پلان: ایک اچھی مثال ص۸
• تین مختصر مگر جامع ترین نصیحتیں ص۹ • حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے اُمت پر دس حق ص۱۰

افغانستان : طالبان حکومت کو کمزور کرنا کسی کے بھی مفاد میں نہیں ہوگا: امیر خاں متقی

افغانستان کی طالبان حکومت نے امریکہ اور یوروپی ممالک کے سفیروں کو خبردار کیا ہے کہ پابندیوں کے ذریعہ ان پر دباؤ ڈالنے کی کوشش سے سلامتی متاثر ہوگی اور اس کے نتیجہ میں معاشی پناہ گزینوں کی لہر چلے گی۔ مگر وزیر خارجہ امیر خاں متقی نے مغربی سفارت کاروں سے دوحہ میں بات چیت کے دوران کہا کہ افغانستان میں حکومت کو کمزور کرنا کسی کے بھی مفاد میں نہیں ہوگا کیونکہ منفی اثرات سے سیکورٹی متاثر ہوگی اور افغانستان سے معاشی نقل مکانی شروع ہوگی۔ اگست میں طالبان نے امریکی پشت پناہی والی اشرف غنی حکومت کو بے دخل کر دیا اور بیس سال کے وقفہ کے بعد دوبارہ اقتدار سنبھال لیا ہے۔ طالبان حکومت کو مخالفین کے حملوں کا سامنا ہے خاص کر اسلامک اسٹیٹ خراساں سے چیلنج درپیش ہے جو اپنے دہشت گرد حملوں کے ذریعہ سلامتی کے لیے چیلنج بن گئے ہیں۔ دوسری طرف بین الاقوامی پابندیوں کی وجہ سے مسائل درپیش ہیں۔ بینک نقدی سے خالی ہو چکے ہیں اور سرکاری ملازمین تنخواہوں سے محروم ہیں۔ طالبان نے اقوامِ عالم سے اپیل کی ہے کہ وہ افغانستان پر عائد پابندیوں کو برخاست کرانے کے لیے پہل کریں، اسی طرح خیراتی ادارے، تنظیمیں اور حکومت اپنے اسٹاف کو خود اپنے مالیاتی ذرائع سے اور بین الاقوامی مالیاتی امداد سے سنبھالا دے سکتے ہیں۔ یوروپی ممالک فکرمند ہیں کہ اگر افغان معیشت ٹھپ ہوگئی تو پناہ گزینوں کی بڑی تعداد علاقہ کے لیے سنگین مسئلہ بن جائے گی اور افغانستان کے پڑوسی ممالک بشمول پاکستان اور ایران کو مسائل درپیش ہوں گے اور اس کے اثرات یوروپ کی سرحدوں پر پڑیں گے۔ امریکہ اور یوروپی یونین نے کہا ہے کہ وہ انسانی بنیادوں پر افغانستان کی مدد کے لیے تیار ہیں۔ بہرحال طالبان کو مالیاتی مدد فراہم کرنے سے پہلے انسانی حقوق کے احترام خاص کر خواتین کی آزادی پر راضی کیا جائے۔ یوروپی یونین نے افغانستان سے ایک بلین یورو کی مدد کا عہد کیا ہے لیکن صدر نشین یوروپی کمیشن کا اصرار ہے کہ یہ مدد راست افغان عوام کو دی جائے یا افغانستان کے پڑوسی ممالک کی مدد کے لیے فراہم کی جائے۔ اس طرح طالبان حکومت کو حاشیہ پر رکھنے کی پالیسی اختیار کی جارہی ہے جس کی طالبان مزاحمت کر رہے ہیں۔ طالبان نے واضح کر دیا کہ وہ شہری حقوق کے لیے خطرہ نہیں ہیں اور سرکاری ملازمین بشمول خواتین سے اپیل کی ہے کہ وہ کام پر واپس آئیں، طالبان نے اسلامک اسٹیٹ خراسان کو شکست دینے اور استحکام کو یقینی بنانے کا عہد بھی کیا ہے۔ فی الحال لڑکیوں کو ہائی اسکول آنے کی اجازت نہیں ہے، صرف ایک ماہ قبل سے نیا تعلیمی سال شروع ہوا ہے، کئی خواتین نے شکایت کی ہے کہ انھیں صحافت جیسی اہم خدمات اور دوسری نوکریوں سے ہٹایا جارہا ہے۔ اس دوران ایران اور ہندستان نے افغانستان سے بڑے پیمانے پر منشیات کی اسمگلنگ کی روک تھام کے لیے مشترکہ اقدامات کے امکان کا جائزہ لیا۔ حال میں گجرات کی بندرگاہ پر منشیات کی بھاری مقدار ضبط کی گئی تھی۔ ایران کا کہنا ہے کہ افغانستان پر غیر ملکی افواج کے قبضہ اور مختلف گروپوں کے مابین تصادم اور شدید غربت کی وجہ سے منشیات کے کاروبار نے زور پکڑا ہے، اب بدلے ہوئے حالات میں منشیات کی اسمگلنگ روکنے کے لیے مؤثر تدابیر اور اقدامات کی ضرورت ہے۔ امریکی زیر سرکردگی اتحادی افواج کا تخلیہ تو ہوا ہے لیکن غیر ملکی قبضہ کی وجہ سے درپیش مسائل سے نمٹنا محض طالبان حکومت کے بس کی بات نہیں، سب کا تعاون ضروری ہے۔ □□

طالبان لڑکیوں کی تعلیم کیلئے جلد اعلان کریں گے

بچیوں کے ماڈل سکینڈری اسکول کے قیام پر کام ہو رہا ہے: یونیسیف

ڈپٹی ایگزیکٹیو ڈائریکٹر عمر عبدی نے کہا ہے کہ طالبان بہت جلد ملک بھر میں چھٹی جماعت سے میٹرک تک لڑکیوں کی تعلیم کے لیے اسکول کھولنے کا اعلان کر دیں گے۔ رپورٹ کے مطابق اقوام متحدہ کے ادارے برائے امدادِ اطفال یونیسیف کے ڈپٹی اگزیکٹیو ڈائریکٹر عمر عبدی نے گزشتہ ہفتے افغانستان کا دورہ کیا اور جنگ کے زخم خوردہ ملک کے بچوں کی صحت، تعلیم، خوراک اور مستقبل کے حوالے سے طالبان حکومت کے نمائندوں سے گفتگو کی۔ اقوام متحدہ کے مرکزی دفتر میں میڈیا سے بات چیت میں عمر عبدی نے بتایا کہ طالبان حکومت بچیوں کے ماڈل سکینڈری اسکول کے قیام پر کام کر رہی ہے اور ایک سے دو ماہ کے اندر ان اسکولوں کو کھولنے کا اعلان کر دے گی۔ یونیسیف کے ڈپٹی ایگزیکٹیو ڈائریکٹر نے صحافیوں کو بتایا کہ اس وقت ملک بھر میں بچیوں کے پرائمری اسکول کھولے ہیں اور ۳۴ ریاستوں میں سے پانچ ریاستوں میں پہلے ہی سے لڑکیوں کی ثانوی تعلیم بھی جاری ہے۔ ڈپٹی ایگزیکٹیو ڈائریکٹر عمر عبدی کے مطابق طالبان حکومت کے وزیر تعلیم نے بتایا ہے کہ وہ ایک فریم ورک پر کام کر رہے ہیں جو تمام لڑکیوں کو چھٹی جماعت سے آگے اپنی تعلیم جاری رکھنے کی اجازت دے گا تاہم اس پر ایک سے دو ماہ میں عمل درآمد ہونا ممکن ہوگا۔ عمر عبدی نے مزید بتایا کہ افغانستان میں گزشتہ دو دہائیوں کے دوران ۴۰ لاکھ لڑکیوں نے تعلیم جاری رکھی اور اسکولوں کی تعداد چھ ہزار سے بڑھ کر ۱۸ ہزار ہوگئی تھی تاہم اب نئی صورتِ حال میں ۲۶ لاکھ لڑکیوں سمیت ۴۲ لاکھ بچے اسکول جانے سے محروم ہیں۔

عدالت عالیہ کے احکامات کے بغیر سرعام سزائیں نہ دیں: طالبان

افغانستان میں طالبان کی حکومت نے اپنے عہدیداروں کو ہدایت کی ہے کہ وہ عدالت عالیہ کے احکامات کے بغیر سرعام سزائیں نہ دیں۔ طالبان کے ترجمان ذبیح اللہ مجاہد نے سماجی رابطے کی ویب سائٹ ٹوئیٹر پر اپنے بیان میں کہا کہ وزراء کی کونسل نے فیصلہ کیا ہے کہ سرعام کوئی سزا اس وقت تک نہیں دی جائے گی جب تک ملزم کو نمایاں کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جب تک عدالت سرعام سزا کا حکم نہ دے۔ کابینہ کے اجلاس کی تفصیلات سے آگاہ کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ عدالت کی جانب سے احکامات دیئے بغیر سرعام سزائیں دینا اور لاشوں کو لٹکانے سے گریز کیا جائے۔ طالبان کے ترجمان نے کہا کہ مجرم کو سزا دی گئی تو سزا کی وضاحت ہونی چاہیے تاکہ عوام کو جرم کے بارے میں معلوم ہو جائے۔ قبل ازیں گزشتہ ماہ طالبان عہدیداروں نے مغربی شہر ہرات میں مبینہ چار اغوا کاروں کی لاشوں کو لٹکایا تھا اور اس واقعہ پر دنیا بھر میں تنقید کی گئی تھی۔ اس اقدام کی سوشل میڈیا اور مختلف اداروں کی جانب سے مذمت کی گئی تھی۔ طالبان کے سینئر رہنما ملا نورالدین ترابی نے گزشتہ ماہ غیر ملکی خبر رساں ایجنسی سے بات کرتے ہوئے کہا تھا کہ طالبان حکومت ایک مرتبہ پھر پھانسی اور ہاتھ کاٹنے کے فیصلے دے گی تاہم یہ سرعام نہیں ہوگا۔ ملا نورالدین ترابی کے بیان کے بعد طالبان عہدیداروں نے کئی افراد کو سزائیں دی تھی۔ واضح رہے کہ ملا نورالدین ترابی ۱۹۹۶ء سے ۲۰۰۱ء کے دوران طالبان کی گزشتہ حکومت میں وزیر انصاف رہے تھے۔ طالبان کی حکومت نے اعلان کیا کہ شیخ عبدالحکیم کو سپریم کورٹ کا چیف جسٹس مقرر کیا گیا ہے۔ شیخ عبدالحکیم پختون برادری سے تعلق رکھنے والے مشہور عالم ہیں اور طالبان کے امیر کے قریبی ساتھی ہیں اور اس سے قبل قطر میں طالبان کی مذاکراتی ٹیم کی قیادت بھی کر چکے ہیں۔

فرقہ وارانہ تشدد کی جانچ کا کام جلد ہی مکمل کیا جائے گا

بنگلہ دیش کے اٹارنی جنرل اے ایم امین کی یقین دہانی

بنگلہ دیش کے اٹارنی جنرل اے ایم امین نے کہا ہے کہ حالیہ ہندو برادری پر ہوئے حملوں کے معاملے میں گرفتار ملزمان کے کیس کی جانچ کا کام جلد ہی مکمل کر لیا جائے گا اور کوئی بھی بنایا جانے والا نیا قانون جانچ کے عمل میں تاخیر کرے گا۔ قبل ازیں بنگلہ دیش ہندو بدھ کرسچن یونٹی کونسل (ایچ بی سی یو سی) نے اعلان کیا تھا کہ درگا پوجا کے دوران ۱۳راکتوبر کو ہندو مندروں اور املاک کو نشانہ بنا کر کئے گئے حملے کے خلاف ۱۳رنومبر کو ملک بھر میں ایک زبردست مظاہرے ’دھکار مشیل‘ کا انعقاد کیا جائے گا۔ ایچ بی سی یو سی کے جنرل سکریٹری رانا داس گپتا نے کہا ہے کہ ۱۳راکتوبر سے یکم نومبر کے درمیان کئے گئے ان حملوں میں اقلیتوں کو ۲۷راضلاع میں کافی نقصان پہنچا ہے، ان حملوں میں ۱۱۷ مندروں اور ۳۱۰ رہائش گاہوں اور کاروباری اداروں کو نشانہ بنایا گیا تھا۔ اپوزیشن کی بنگلہ دیش نیشنلسٹ پارٹی (بی این پی) کے مشیر خندا کر عبدالمقتدر نے یو این آئی کو دیئے گئے ایک انٹرویو میں حکمراں عوامی لیگ کے اس بیان پر تنقید کی ہے کہ جس میں کہا گیا تھا کہ اپنے ذاتی مفادات کی تکمیل کے لیے بی این پی نے ان واقعات کو انجام دیا تھا۔ انہوں نے حکمران جماعت کو ہندوؤں کے خلاف ظلم وستم کے واقعات کے لئے ذمہ دار ٹھہرایا۔

لاہور ہائی کورٹ نے جماعت الدعوہ کے چھ ارکان کو بری کر دیا

لاہور ہائی کورٹ نے ۲۰۰۸ء کے ممبئی حملوں کے ذمہ دار حافظ محمد سعید کی قیادت والی جماعت الدعوہ کے چھ ارکان کو دہشت گردی کی مالی معاونت کے الزام سے بری کر دیا ہے۔ کاؤنٹر ٹیررازم ڈپارٹمنٹ (سی ٹی ڈی) نے دہشت گردی کی مالی معاونت کیس میں جماعت الدعوہ کے چھ ارکان کے خلاف ایف آئی آر درج کی تھی۔ ’ڈان‘ کی رپورٹ کے مطابق انسداد دہشت گردی کی عدالت نے جماعت الدعوہ کے ان ارکان کو ۳راپریل ۲۰۲۱ء کو سزا سنائی تھی۔ اس سے قبل ٹرائل کورٹ نے جماعت الدعوہ کے ارکان کو نو سال قید کی سزا سنائی تھی۔

دریچۂ پاکستان — **ہمایوں گوہر**

عمران خان کی کامیابیاں اور ناکامیاں

عمران خان ماضی میں بہت سے ناممکن کام کر چکے ہیں۔ انہوں نے ایک عام سے باؤلر کی حیثیت سے آغاز کیا اور جنہوں نے میری طرح انہیں اپچی سن میں اپنا پہلا ٹیسٹ کھیلتے دیکھا، ان کا یہ خیال تھا کہ وہ کبھی اچھے بولر نہیں بن سکیں گے۔ وہ ایک عظیم فاسٹ بولر اور کرکٹر کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے۔ اگر کسی نے اس پہلے ٹیسٹ کے وقت ایسا کہا ہوتا تو بلاشبہ لوگ ہنس پڑتے۔ اپنے کیرئیر کے عروج پر وہ ہر ٹیسٹ میچ میں پانچ وکٹیں لیتے تھے اور پاکستان کے کپتان کی حیثیت سے ان کی بیٹنگ اوسط ۵۲ تھی۔

جب وہ اپنی ماں کے نام پر کینسر اسپتال بنانے کے لئے نکلے تو غیر تو غیر ان کے اپنے خاندان کو بھی یقین نہ تھا کہ ایسا ہو سکے گا۔ تاریخ میں درج رہے گا کہ وہ کامیاب ہوئے۔ اور کیسے کامیاب ہوئے۔ اب وہ کراچی میں ایک اور کینسر اسپتال بنا رہے ہیں۔ جب وہ سیاست میں آئے تو لوگوں نے سوچا کہ محض توجہ حاصل کرنے کے لئے ایسا کیا ہے کیونکہ وہ ریٹائرمنٹ کے بعد گمنامی برداشت نہ کر سکتے تھے۔ لیکن وہ کامیاب ہونے کے لئے اپنا وژن اور ناقابل یقین ارادہ لے کر آئے اور بالآخر کئی الیکشن ہارنے کے بعد وہ آج پاکستان کے وزیر اعظم ہیں۔

جب وہ وزیر اعظم بنے تو اپنے ساتھ بدعنوانی اور بدانتظامی سے تنگ لوگوں کی بہت سی نیک خواہشات لے کر آئے تھے۔ اس وقت ایسا لگتا تھا کہ وہ ناکام ہو ہی نہیں سکتے۔ لیکن آج انہیں اپنے اہداف حاصل کرنے میں دشواری کا سامنا ہے۔ انہوں نے خود کو معیشت کی وجہ سے ایسے مقام پر کھڑا کر دیا ہے کہ انہیں اب بیک وقت دو بپھرے ہوئے طوفانوں کا سامنا ہے۔ عمران خان نے ماضی کے کرپٹ حکمرانوں کے احتساب اور ان کے جرائم کی سزا کے لئے اپنی پوری کوشش کی۔ لیکن چونکہ وہ ایک طاقتور مافیا ہیں، جیسا کہ عمران خان خود کہتے رہتے ہیں، انہوں نے اب تک خود کو بڑی حد تک احتساب سے بچائے رکھا ہے۔ درحقیقت، ان کی اولاد ان کی سیاسی جانشین بننے کی تیاری کر رہی ہے۔ وہ ایک حالیہ سرکاری تقرری پر ایک بڑا اختلاف اٹھا بیٹھے ہیں۔ ان کی تاریخ کو دیکھتے ہوئے امید کی جا سکتی ہے کہ وہ شاید اس طوفان سے نکل آئیں، لیکن انہیں اپنی بہت سی غلطیوں اور اپنی حکمرانی پر غور کرنا چاہئے۔

عمران کی سب سے بڑی ناکامی اچھی ٹیم نہ بنانا ہے۔ ثانیہ نشتر کی طرح ان کے پاس ایک یا دو اچھے لوگ تھے اور اب بھی ہیں، لیکن ان کے پاس سب سے اچھا آدمی ان کے سابق وزیر خزانہ عبدالحفیظ شیخ تھے، جن سے انہوں نے نامعلوم کیوں چھٹکارا حاصل کیا۔ ان کی جگہ انہوں نے ایک سابق وزیر خزانہ اور ایک کمرشل بینکر کو مقرر کیا اور نتائج ہمارے سامنے ہیں۔ کرنٹ اکاؤنٹ خسارہ، جس سے عبدالحفیظ شیخ چھٹکارا پانے میں کامیاب ہو گئے تھے، نے ایک بار پھر سر اٹھا لیا ہے اور اطلاعات ہیں کہ یہ خسارہ اب دس ارب ڈالر ہے۔ یہ مضحکہ خیز بات ہے۔ روپے کی قدر میں کمی اور ڈالر کی قدر میں بڑے اضافے کے باوجود، درآمدات بڑھ رہی ہیں اور برآمدات گر رہی ہیں جس سے مزید بڑا تجارتی خسارہ پیدا ہونے کا خطرہ ہے۔ آئی ایم ایف کے ساتھ مذاکرات تعطل کا شکار ہیں جو اچھی علامت نہیں۔ جب تک آپ یہ کالم پڑھیں گے تب تک شاید یہ حل ہو چکا ہو لیکن اس کی کافی زیادہ قیمت ہوگی۔ آئی ایم ایف حکومت کو بجلی اور گیس کے نرخوں میں اضافہ کرنے پر مجبور کرے گا جو مہنگائی کو اور بڑھا دے گا جس سے لوگوں کی قوتِ خرید مزید کم ہو جائے گی۔ ایسی صورتحال معاشرے میں بے چینی کا باعث بن سکتی ہے اور پھر عمران کے بے شمار مخالف اس بات سے فائدہ اٹھائیں گے۔

میری خواہش ہے کہ عمران خان ان مشکلات میں سے نکلنے میں کامیاب ہو جائیں۔ اتنی مہنگائی ہوگئی ہے کہ غریب آدمی نے فقیروں کی طرح زندگی گزارنا شروع کر دی ہے۔ غریب آدمی کو چھوڑیں، اچھی حیثیت والوں کو بھی مشکلات کا سامنا ہے۔ ہمارے گھر میں پہلے کی نسبت کم کھانا پک رہا ہے اور میں پہلے سے کم کھاتا ہوں۔ لہٰذا جب لوگ تبصرہ کرتے ہیں کہ میرا وزن کم ہو گیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ میں کم کھا رہا ہوں۔ آپ اسے ’عمران خان ڈائٹ‘ کہہ سکتے ہیں۔ ویسے ہمایوں گوہر کا وزن کم کرانا ایک ناممکن کام تھا جسے عمران خان نے ممکن کر دکھایا۔ اب گاڑی رکھنا، ہوائی جہاز سے کراچی جانا اور بہت سی دوسری چیزیں جو ہماری روزمرہ کی زندگی کا حصہ تھیں، مشکل ہوتی جا رہی ہیں۔ میں خوش قسمت ہوں کہ میرے والد نے ورثے میں مجھے ایک گھر دیا ورنہ میں اب تک بے گھر ہوتا۔ اب جائداد خریدنے کا سوچنا بھی ناممکن ہے۔ یہاں تک کہ نئی گاڑی خریدنے کے بارے میں سوچنا بھی سر چکرا دیتا ہے۔ ان سب کے علاوہ لوگ ذاتی پریشانیوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ کووڈ کی وجہ سے روزانہ بہت سی اموات ہو رہی ہیں۔ میرے ایک برادر نسبتی کا انتقال ہو گیا اور پھر میرے پیارے کزن بابر تجمل ناگہانی موت کا شکار ہوئے۔ یہ صورتحال کو مزید خوفناک بنا رہی ہے۔

عمران خان کے لئے ضروری ہے کہ شہریوں کو ریلیف فراہم کرنے کے لئے کوئی فوری راستہ تلاش کریں۔ ایسا کرنا ان کے مخالفین کے غبارے سے ہوا نکال سکتا ہے۔ وہ اپنی اپنی جگہ پر ایک ڈراؤنے خواب کی طرح موجود ہیں۔ آپ نے نواز شریف کی بیٹی یا بے نظیر کے بیٹے کا انداز گفتگو سنا ہوگا۔ ان کے اردگرد موجود بہت سے لوگوں سے کوئی اچھی امید نہیں رکھنی چاہئے۔ لیکن پھر اچھے لوگ جو پاکستانی سیاست کے شیطانی میدان میں داخل ہونے کے لئے تیار ہوں وہ بہت کم ہیں۔ بہت ہی کم۔

ہفت روزہ
الجمعیۃ
نئی دہلی
شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے میں پوشیدہ ہے
سربلندی کا راز

آج پوری دُنیا مختلف قسم کی فکری، ذہنی، طبقاتی، مذہبی اور فرقہ وارانہ شدت پسندی کی آماجگاہ بنی ہوئی ہے۔ایسی ہی کچھ صورتِ حال اپنے وطن عزیز ہندستان کی بھی ہے جہاں اکثریت کے زعم میں ایک طبقہ اقلیتوں کے دستوری حقوق پر ہمہ وقت ڈاکہ ڈالنے کی کوشش کرتا رہتا ہے جس نے ہمارے روایتی تحمل و برداشت اور جذباتی و ذہنی ہم آہنگی کو تقریباً ختم کر کے رکھ دیا ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ آزادی پر پچھتّر سال کا طویل عرصہ گزر جانے کے باوجود ہمارا وطن عزیز ہزاروں وسائل و ذرائع کی موجودگی میں ابھی بھی ترقی پذیر ملکوں کی فہرست میں شامل ہے۔

ہندستان ہمارا وطن ہے اور بحیثیت مسلمان وطن کی محبت ہمارا جزوِ ایمان ہے۔ظاہر ہے وطن عزیز آج جن مسائل و مشکلات کا شکار ہے یہ بحیثیت ایک مسلمان کے ہمارے لیے بے حد تکلیف دہ ہے۔اس کے ساتھ ہی یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ خود امتِ مسلمہ بھی جسے قرآن کریم نے خیر امت کا لقب عطا کیا ہے، نہ صرف ہندستان بلکہ عالمی سطح پر بری طرح تنزلی اور ذلت کا شکار ہے جس پر بہر حال غور و فکر کی ضرورت ہے۔ جہاں تک ہندستانی مسلمانوں کا تعلق ہے ہم بار بار اپنے کالموں میں توجہ دلا چکے ہیں کہ ان کی مشکلات کا مداوا اسلام کی تعلیمات پر عمل کر کے ہی ہوسکتا ہے۔ بحیثیت شہری وہ اپنے پڑوسیوں کے حقوق پہچانیں اور ان کے ساتھ غمگساری و ہمدردی کا معاملہ کریں۔ اخلاقِ حسنہ کا مظاہرہ کریں اور ایک دوسرے کے غم میں شریک ہوکر اپنے حسن اخلاق سے انھیں متاثر کریں اور جہاں تک عالمی سطح پر مسلمانوں کی تنزلی، ذلت اور درماندگی کا سوال ہے اس کے لیے ہمیں قرآن وسنت اور زمینی حقائق کو دیکھنا ہوگا۔قرآن کریم کی ایک آیت کا مفہوم ہے کہ:

"تمھیں جو مصیبتیں پہنچتی ہیں وہ تمہارے اپنے گناہوں کا بدلہ ہیں اور اللہ تعالیٰ بہت سے گناہ کی باتوں سے درگزر بھی کر دیتا ہے۔" (سورہ شوریٰ)

ایک دوسری آیت کا مفہوم ہے کہ:

"پھر ہم نے ہر ایک کو اس کے گناہ کی وجہ سے سزا دی، ان میں سے بعض پر ہم نے پتھروں کی بارش کی اور ان میں سے بعض کو زوردار سخت آواز سے دبوچ لیا اور ان میں سے بعض کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور ان میں سے بعض کو ہم نے غرق کیا، اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ ان پر ظلم کرے بلکہ یہ ہی لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔" (سورہ عنکبوت)

قرآن کریم اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں دیکھا جائے تو ہماری ذلت وپستی کی بنیادی وجوہات یہ ہی نظر آئیں گی کہ ہم مجموعی طور پر اسلام سے دور ہوگئے ہیں۔ احکاماتِ اسلامی پر عمل چھوڑ چکے ہیں اور اپنی ساکھ کو مضبوط رکھنے اور اپنی حفاظت کے لیے جو خدائی امر تھا اس سے روگردانی کر رہے ہیں۔اللہ کی طرف سے قوموں پر آزمائشیں آتی رہتی ہیں، ایسے وقت میں اللہ کی طرف رجوع، صبر واستقلال اور ہمت وعزیمت کا دامن نہیں چھوڑنا چاہیے۔

ابتلاء، آزمائش، مصیبت اور پریشانی کے وقت ایک مسلمان کا اسلامی، انسانی، اخلاقی اور معاشرتی فرض یہ بنتا ہے کہ وہ دوسرے مسلمان کی ہر ممکن مدد اور نصرت کرے، اظہارِ ہمدردی اور یکجہتی کا مظاہرہ کرے۔ان سے بھرپور تعاون کے لیے میسر اور مؤثر حکمت عملی اپنائے۔ دنیا کے مختلف علاقوں اور ملکوں میں مسلمان جس ظلم وستم اور اذیت سے دوچار ہیں ان پر جو قیامت گزر رہی ہے اسے بتانے کی چنداں ضرورت نہیں۔ ذرائع ابلاغ کی وساطت سے تقریباً ہر شخص کو اس کا علم ہے۔اس صورتِ حال میں ہر مسلمان کو ان کی تکلیف کا احساس ہونا چاہیے اور دنیا بھر کے مسلمانوں کو ایسے کڑے حالات میں شریعت یہ تعلیم دیتی ہے کہ اللہ کی طرف رجوع کریں۔ انفرادی اور اجتماعی طور پر کبیرہ گناہوں سے توبہ واستغفار کریں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ایسے بڑے المناک اور دردناک سانحے اکثر ہمارے گناہوں کا نتیجہ ہوتے ہیں۔

یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ باہمی لڑائی جھگڑے اور تنازعات سے ہماری طاقت کا شیرازہ بکھر گیا ہے۔ اپنی بکھری ہوئی طاقت کو جمع کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ باہمی تنازعات سے خود کو بچائیں۔ خود قرآن کریم کا ارشاد ہے: "اور باہمی لڑائی جھگڑا نہ کرو ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہارا رعب ختم ہو جائے گا۔" (سورہ انفال)

اس لیے ضروری ہے کہ باہمی انتشار کے بجائے آپس میں بھائی بھائی بن کر زندگی گزاریں۔ قرآن کریم نے بھی تمام مسلمانوں کو آپس میں ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا ہے۔ سورۂ حجرات کی ایک آیت کا مفہوم ہے کہ "اہل ایمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔" اور یہ بات بالکل ظاہر اور واضح ہے کہ مصیبت کے وقت ایک بھائی ہی اپنے دوسرے بھائی کی مدد کرتا ہے۔ حدیث پاک میں ہے:

حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "باہمی محبت اور رحمت و شفقت میں تمام مسلمان ایک جسم کی طرح ہیں، جب انسان کے کسی عضو میں تکلیف ہوتی ہے تو اس کی وجہ سے جسم کے تمام اعضا بے خوابی اور بخار میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔"

گویا یہ ہمارے ایمان کا تقاضا ہے کہ ہمیں دنیا بھر میں بسنے والے مسلمانوں کو پہنچنے والی تکلیف کا احساس ہو، ان کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھنا ہمارے ایمان کی علامت ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ ہم آپس میں ایک دوسرے کے لیے خیر اور بھلائی کی دعا بھی کرتے رہیں اس لیے کہ دعا کو مومن کا ہتھیار بتایا گیا ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا میں تمھیں وہ عمل نہ بتاؤں جو تمہارے دشمنوں (کے ظلم وستم) سے تمھیں نجات دے اور تمھیں بھرپور روزی دلائے، وہ عمل یہ ہے کہ اپنے اللہ سے دن رات دعا کیا کرو، کیونکہ دعا مومن کا ہتھیار ہے۔" (مسند ابی یعلی، مسند جابر)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دعا ان حوادثات اور مصائب سے بھی چھٹکارا دلاتی ہے جو نازل ہو چکے ہیں اور ان سے بھی جو ابھی نازل نہیں ہوئے، لہٰذا اللہ کے بندو دعا کا اہتمام کیا کرو۔" (مستدرک حاکم، کتاب الدعاء)

پھر وہ دعا جو اپنے مسلمان بھائی کی غیر موجودگی میں کی جائے وہ تو جلد قبول ہوتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بے شک جلد قبول ہونے والی دعا وہ ہے جو غائب کی غائب کے لیے ہو یعنی کسی کی غیر موجودگی میں اس کے حق میں دعا کی جائے۔" (سنن ابی داؤد)

اس کے بعد دوسرا حق یہ ہے کہ ان کی ضروریات کو پورا کیا جائے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص میرے کسی امتی کی کوئی حاجت اس ارادے سے پوری کرے کہ وہ امتی خوش ہو جائے تو اس آدمی نے مجھے خوش کر دیا اور جس نے مجھے خوش کیا اس نے اللہ تعالیٰ کو خوش کیا اور جس نے اللہ جل شانہ کو خوش کیا تو اللہ پاک اسے جنت میں داخل فرمائیں گے۔" (شعب الایمان للبیہقی)

ذلت وپستی سے نکلنے کا یہ ایک نسخۂ کیمیا ہے جو ہمارے لیے قرآن وحدیث نے تجویز کیا ہے۔ اب ضرورت اس پر عمل کرنے اور اسے عملی زندگی میں استعمال کرنے کی ہے۔ حالات کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ ہم صبر واستقلال، عزم وحوصلہ کے ساتھ حالات کا مقابلہ کریں اور بارگاہِ الٰہی میں سجدہ ریز ہو کر اپنے گناہوں سے معافی چاہیں، اس کے ساتھ ہی باہمی تنازعات سے بچیں، مظلوم کی مدد کریں اور اپنے بھائیوں سے خواہ وہ دینی بھائی ہوں، یا وطنی بھائی، ہمدردی وغمگساری کا معاملہ کریں اور بارگاہِ خداوندی میں ان کے لیے ہدایت اور خیر وعافیت کی دعا کرتے رہیں۔ □□

جواھر القرآن

سورۂ سجدہ-۳۲	ترجمہ آیات: ۲۱-۲۲	حضرت شیخ الہندؒ

○ اور البتہ چکھائیں گے ہم ان کو تھوڑا عذاب ورے اس بڑے عذاب سے تاکہ وہ پھر آئیں (ف۱)

○ اور کون بے انصاف زیادہ اس سے جس کو سمجھایا گیا اس کے رب کی باتوں سے پھر ان سے منہ موڑ گیا (ف۲) مقرر ہم کو ان گنہگاروں سے بدلہ لینا ہے (ف۳)

فوائد: ——— **علامہ شبیر احمد عثمانیؒ**

ف۱ یعنی آخرت کے بڑے عذاب سے قبل دنیا میں ذرا کم درجہ کا عذاب بھیجیں گے تاکہ جسے رجوع کی توفیق ہو ڈر کر خدا کی طرف رجوع ہو جائے۔ کم درجہ کا عذاب یہی دنیا کے مصائب، بیماری، قحط، قتل، قید، مال، اولاد کی تباہی وغیرہ ہیں۔

ف۲ یعنی سمجھنے کے بعد پھر گیا۔

ف۳ جب تمام گنہگاروں اور ظالم مجرموں سے بدلہ لینا ہے تو یہ ظالم کیونکر بچ سکتے ہیں۔ آگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہیں کہ آپ ان کے ظلم و اعراض سے دلگیر نہ ہوں۔ پہلے موسیٰ کو ہم نے کتاب دی تھی جس سے بنی اسرائیل کو ہدایت ہوئی اور اس کی پیروی کرنے والوں میں بڑے بڑے دینی پیشوا اور امام ہو گزرے۔ آپ کو بھی بلاشبہ اللہ کی طرف سے عظیم الشان کتاب ملی ہے جس سے بڑی مخلوق ہدایت پائے گی اور بنی اسرائیل سے بڑھ کر آپ کی امت میں امام اور سردار اُٹھیں گے۔ رہے منکر، ان کا فیصلہ حق تعالیٰ خود کرے گا۔

انوارِ احادیث

• حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوزخ کے ذکر کے وقت ارشاد فرمایا: دوزخی لوگوں میں ہر سخت طبیعت، فربہ بدن اُترا کر چلنے والا، متکبر، مال و دولت کو خوب جمع کرنے والا اور (پھر) اس کو خوب روک کر رکھنے والا یعنی سائل کو نہ دینے والا ہے۔ اور جنتی لوگ وہ ہیں جو کمزور ہوں یعنی ان کا رویہ لوگوں کے ساتھ عاجزی کا ہو وہ دبائے جاتے ہوں یعنی لوگ انھیں کمزور سمجھ کر دباتے ہوں۔ (مسند احمد، مجمع الزوائد)

تشدد اور اشتعال انگیزی سے قومی اتحاد کمزور ہورہا ہے

ملک کے امن پسند شہریوں کیلئے لمحۂ فکریہ

صفحہ اوّل کا بقیہ

عدم تشدد کے فلسفہ کو آگے بڑھانے میں ہمارے اکابر نے بھی اپنا بھرپور زور صرف کیا اور گاندھی جی کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر تحریک آزادی کو اس کی منزل تک پہنچایا۔

اس سچائی سے بھی انکار ممکن نہیں ہے کہ ملک عدم تشدد کے فلسفہ کے تحت آزاد ہوا۔ ہمارے تحریک آزادی کے رہنماؤں کا خیال تھا کہ اب جبکہ عدم تشدد کے فلسفہ کو ملک کے عوام نے سند قبولیت عطا کردی ہے، ہندستان جیسے کثیر مذہبی، کثیر لسانی اور کثیر تہذیبی ملک میں یہ بایں طور نتیجہ خیز ثابت ہوگا کہ ملک میں مذہبی، لسانی اور تہذیبی اختلافات کو نظر انداز کرتے ہوئے ایک ایسی پرامن فضا وجود میں آئے گی جو جہاں آزادی کے ثمرات کو دوام بخشے گی وہیں ملک کی تعمیر وترقی میں بھی مددگار ثابت ہوگی۔ مگر ''اے بسا آرزو کہ خاک شدہ'' کے مصداق یہ بات انتہائی افسوس کے ساتھ کہنی پڑرہی ہے کہ خود تحریک آزادی اور عدم تشدد کے فلسفہ کے داعی رہنماؤں کی آنکھوں کے سامنے ہی ہمارے رہنماؤں کی اس امید نے دم توڑ دیا۔ آزادی کے فوراً بعد جس طرح خون کی ندیاں بہائی گئیں اور ہمارے رہنماؤں کی ہزار کوششوں کے باوجود یہ سلسلہ جاری رہا، اس نے یہ ظاہر کردیا تھا کہ عدم تشدد کے فلسفہ نے ہمارے اجسام کو تو آزادی دلادی ہے مگر ہمارے اذہان ابھی بھی غلامی کی لعنت کا شکار ہیں۔ آر ایس ایس اور اس کے غنڈوں نے تشدد کے فلسفہ کو پیروں تلے مسلتے ہوئے ۳۰/جنوری ۱۹۴۸ء کو خود مہاتما گاندھی کی جان لے لی اور پھر تشدد کا کسی نہ کسی شکل میں مظاہرہ آج تک برابر جاری ہے۔ ہزاروں فرقہ وارانہ فسادات، زبان کے نام پر قتل وغارت گری اور اکثریت کی تہذیب کے ارتقا کی خاطر ملک کے دوسرے فرقوں کی تہذیب کی پامالی کا جو سلسلہ آزادی کے فوراً بعد شروع ہوا تھا وہ کم زیادہ آج تک جاری ہے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جب جب تشدد برپا کرنے والوں کو سرکاری سرپرستی ملی ہے تشدد میں بری طرح اضافہ ہی ہوا ہے۔ گزشتہ ایک دہائی کے دوران تشدد نے جس طرح ہمارے سماج میں قدم جمالیے ہیں اس نے یہ ثابت کردیا ہے کہ تشدد، نفرت، خوف، جھوٹ اور جارحانہ طور طریقوں نے پوری طرح سماج کو نہ صرف اپنی گرفت میں لے لیا ہے بلکہ ان کو سند جواز بھی دے دی گئی ہے۔

آر ایس ایس کا قیام ۱۹۲۵ء میں عمل میں آیا۔ اس تنظیم کے قیام کا مقصد ملک میں ہندوتوا کا فروغ اور ملک سے اقلیتوں، ان کی تہذیب وثقافت اور ان کی زبان ختم کرکے ہندستان کو ہندوراشٹر بنانا رہا ہے اور یہ ہی اس کا آخری مقصد ہے۔ ہندوراشٹر کے قیام کے لیے اس کے پاس ایک ہی ہتھیار ہے کہ ملک میں فرقہ وارانہ تشدد کو فروغ دیا جائے، اس نے یہ کام کیا بھی ہے اور کر بھی رہی ہے مگر شاید اسے یہ معلوم نہیں ہے کہ جو سماج تشدد کا خوگر ہوجاتا ہے تو پھر اسے حدود وقیود میں نہیں رکھا جاسکتا۔ آج کے ملکی حالات اس کی شہادت بھی دے رہے ہیں۔ جو تشدد اقلیتوں کو ہراساں کرنے، انھیں خوف کی زندگی جینے اور ان کی تہذیب وثقافت ختم کرنے کے لیے شروع کیا گیا تھا آج وہ ان حدود وقیود سے کہیں آگے نکل چکا ہے۔

مہاتما گاندھی نے تشدد کی وضاحت کرتے ہوئے منفی سوچ، جھوٹ، حسد، کسی کا برا چاہنا، فرقہ وارانہ منافرت وغیرہ سب کو ہی تشدد کی شکل بتایا تھا، ساتھ ہی یہ بھی کہا تھا کہ دنیا کے لیے جو چیز ضروری ہے اس پر قبضہ کرنا بھی تشدد ہے لیکن آج ہمارے سامنے ایسی بے شمار مثالیں ہیں جن کا تذکرہ اس حوالے سے کیا جاسکتا ہے۔ اس طرح آج فرقہ وارانہ تشدد ہر روز نت نئی شکل اختیار کرتا جارہا ہے۔ آج معاشرہ کے اندر وقفہ وقفہ سے تشدد کی متعدد شکلیں سامنے آتی جارہی ہیں۔ زبانی، جسمانی اور جذباتی تشدد، طاقت اور دولت کے غرور میں کیا جانے والا تشدد، بے روزگاری، غربت، مسلسل زیادتی اور ناامیدی کے باعث پیدا ہونے والا تشدد، پولیس کے برتاؤ کے تعلق سے غصہ اور تشدد، خاندانوں کے اندر ذاتی رشتوں میں کشیدگی کے باعث ہونے والا تشدد، پریوار میں جائیداد اور برتری کے لیے تشدد وغیرہ اس کی نئی شکلیں اور وجوہات ہیں جنھوں نے دانستہ یا غیر دانستہ ملک کو یا تو برباد کردیا ہے یا پھر بربادی کے دہانے پر پہنچا دیا ہے۔ اتنا ہی نہیں سیاسی، انتظامی اور دولت و طاقت کا استعمال کرکے جھوٹے مقدمے دائر کرنا بھی تشدد کا ایک نیا روپ سامنے آرہا ہے۔ ظاہر ہے تشدد سماج کو انتقام کی طرف لے جاتا ہے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بدعنوانی ہمیشہ سے ہی تشدد کی ایک شکل رہی ہے۔ چھوٹی سی بات پر قتل کردینے نیز ذاتی رشتوں میں شک کی بنیاد پر مار پیٹ اور قتل، محبت یا برادری سے الگ شادی کرنے پر قتل کردینے جیسے واقعات اس وقت عام سی بات ہوگئی ہے اس لیے تشدد کسی بھی طرح کا کیوں نہ ہو معاشرہ کی ترقی اور خوشحالی میں رکاوٹ پیدا کرتا ہے اس لیے یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ آج ملک جمہوریت، خوشحالی، انسانی ترقی، جنسی برابری وغیرہ کے عالمی اعداد وشمار میں نچلی سطح پر برقرار ہے تو اس کی اصل وجہ بھی کہیں نہ کہیں بڑھتا ہوا تشدد کا رجحان ہی ہے۔

> **مہاتما گاندھی نے تشدد کی وضاحت کرتے ہوئے منفی سوچ، جھوٹ، حسد، کسی کا برا چاہنا، فرقہ وارانہ منافرت وغیرہ سب کو ہی تشدد کی شکل بتایا تھا، ساتھ ہی یہ بھی کہا تھا کہ دنیا کیلئے جو چیز ضروری ہے اس پر قبضہ کرنا بھی تشدد ہے لیکن آج ہمارے سامنے ایسی بیشمار مثالیں ہیں جن کا تذکرہ اس حوالے سے کیا جاسکتا ہے۔ اس طرح آج فرقہ وارانہ تشدد ہر روز نت نئی شکل اختیار کرتا جارہا ہے۔**

حالیہ چند سالوں میں تشدد کے جیسے واقعات دیکھنے کو ملے ہیں وہ اور بھی زیادہ تشویشناک ہیں۔ مثال کے طور پر لکھیم پور کھیری میں کسان مظاہرین کے قافلہ کو ایک بارسوخ نے کچل دیا۔ الزام ہے کہ ان میں ایک گاڑی ایک وزیر کے لڑکے کی تھی جس کے نتیجے میں تشدد پھوٹ پڑا اور جس کی وجہ سے مزید چار لوگ مارے گئے۔ انتخابی تشدد کی بات کریں تو مغربی بنگال میں انتخابی نتیجوں کے بعد ہوئے تشدد نے جمہوریت اور قانون وانتظام پر ہی ایک بار پھر سوال کھڑا کردیا ہے۔ اقلیتوں اور دلتوں کے خلاف بڑھتے ہوئے تشدد بھی معاشرہ میں پروان چڑھتی ہوئی تفریق کے رجحان کا نتیجہ ہے۔ جہاں تک دہشت گردی کی بات ہے، تو آج یہ مسئلہ عالمی تشدد کے سب سے خطرناک روپ میں سامنے موجود ہے اور دنیا کے زیادہ تر ملک اس سے متاثر ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا دہشت گردی کو طاقت سے ہی ختم کیا جاسکتا ہے؟ تو سب کا جواب یہی ہوگا کہ ہرگز نہیں۔ اگر ایسا ہوسکتا تو دنیا سے دہشت گردی، انتہا پسندی اور جرائم بہت پہلے ختم ہوگئے ہوتے۔ آج تمام ممالک دہشت گرد تنظیموں کے خلاف مہم چلارہے ہیں لیکن یہ مسئلہ ختم ہونے کے بجائے بڑھتا ہی جارہا ہے۔

ہندستان ایک کثیر تہذیبی ملک ہے۔ ملک میں کسی تہذیب کا سوال اتنا اہم اور سنجیدہ پہلے کبھی نہیں تھا جتنا موجودہ دور میں دیکھنے کو مل رہا ہے۔ پورا میڈیا اس موضوع پر مرکوز نظر آرہا ہے۔ دیکھنے میں آرہا ہے کہ روایت کو فخر کے ساتھ جوڑ کر بہت سے لوگ یا گروہ اپنے غصے اور جارحانہ نظریے کو پیش کرنے میں فخر محسوس کررہے ہیں۔ دراصل روایت کو فخر کے ساتھ بیان کرنا لوگوں میں تشدد کی موجودگی کی علامت ہے جو ان کی گفتگو اور ان کی سرگرمیوں میں اُبھر کر آجاتا ہے۔ یہ صورتِ حال آہستہ آہستہ ایسی اقتدار پرستی کے دائرہ کو وسیع کرتی جارہی ہے جس میں خود کا غلبہ اور خود کا احترام ہی مقدم ہوتا ہے اور یہ ہی صورتحال ہے جو انھیں جمہوریت اور عدم تشدد کے اصولوں سے دور لے جارہی ہے۔ ایسے لوگ غصہ اور جلن کے ساتھ اپنی برتری کو ثابت کرنے لگتے ہیں اور دوسرے گروہوں اور ان کی بردباری اور تحمل کو ان کی کمزوری سمجھنے لگتے ہیں مگر وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ جارحیت اور تشدد کے سہارے کوئی گروہ مختصر وقت کے لیے تو مؤثر ہوسکتا ہے مگر ایک طویل عرصہ تک ایسا نہیں ہوسکتا۔ اس سے خود اس کے اپنے لوگ ہی ڈرنے لگتے ہیں کہ ان کا جارحانہ اور متشددانہ ردّعمل کہیں ان کو ہی نقصان نہ پہنچادے۔

ہمارے خیال میں ایک ترقی یافتہ جمہوریت میں مخالفت اور عدم اتفاق کسی بھی شہری کا بنیادی حق ہے۔ اس کے اس حق کی حفاظت کرنا ریاستوں اور انتظامیہ کی ذمہ داری ہے۔ نوبل انعام یافتہ ہندستانی ماہر معاشیات امرتیہ سین نے ایک بار اس طرح کے بڑھتے واقعات پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا کہ ملک میں بحث ومباحثہ اور عدم اتفاق کی گنجائش کم ہوتی جارہی ہے۔

یہ تضاد ہی ہے کہ گاندھی جی کے ستیہ اور اہنسا کے جن اصولوں کو مارٹن لوتھر کنگ اور نیلسن منڈیلا جیسی شخصیات نے اپنی زندگی اور معمولات میں شامل کیا وہی اصول اپنے ملک میں حاشیہ پر نظر آرہے ہیں۔ یہ کہنے میں جھجک نہیں ہونی چاہیے کہ انسانیت کے استحصال کے خلاف عالمی جدوجہد کی تاریخ میں مہاتما گاندھی، مارٹن لوتھر کنگ اور نیلسن منڈیلا میل کے وہ پتھر ہیں جو عالمی تہذیب کی تاریخ کو زرّیں بناتے ہیں اور تشدد، لڑائی اور استحصال کے خلاف سرگرمی کے مظہر بن جاتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ آخر ہم کیوں اب تک سچ، عدم تشدد، امن، انصاف اور برابری کے اصولوں کو ہر ایک شہری کے معمولاتِ زندگی اور شخصیت کا حصہ نہیں بنا پائے ہیں جبکہ ہم آج بھی اپنے سیاسی مقاصد کے لیے ہی سہی مسلسل مہاتما گاندھی کے نام اور ان کے اصولوں کی مالا جپ رہے ہیں۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ تشدد اور جارحیت کو خاموش منظوری ملنے سے جمہوری ڈھانچہ کو کافی نقصان پہنچا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ہم ایسا کیا کریں کہ تشدد کا ماحول ختم ہو اور ہندستانی معاشرہ پرامن نظام کا حصہ بن سکے۔ ایسے کون سے متبادل ہیں جو سماج کو خوف اور تشدد سے پاک بنانے میں کامیاب ہوسکتے ہیں۔ یہ قابل غور موضوع ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی سوچنا ہوگا کہ سماج کو تشدد سے پاک کرنے میں تعلیم کیسے اہم رول ادا کرسکتی ہے؟ سماج میں پھیلتے تشدد کی ثقافت کو جواز نہ ملے، اس کے لیے کونسی کوششیں کی جائیں؟ یہ ایسے اہم سوال ہیں جن پر بہرحال اجتماعی غور وفکر کی اشد ضرورت ہے۔ □□

> **یہ تضاد ہی ہے کہ گاندھی جی کے ستیہ اور اہنسا کے جن اصولوں کو مارٹن لوتھر کنگ اور نیلسن منڈیلا جیسی شخصیات نے اپنی زندگی اور معمولات میں شامل کیا وہی اصول اپنے ملک میں حاشیہ پر نظر آرہے ہیں۔ یہ کہنے میں جھجک نہیں ہونی چاہیے کہ انسانیت کے استحصال کے خلاف عالمی جدوجہد کی تاریخ میں مہاتما گاندھی، مارٹن لوتھر کنگ اور نیلسن منڈیلا میل کے وہ پتھر ہیں جو عالمی تہذیب کی تاریخ کو زرّیں بناتے ہیں اور تشدد، لڑائی اور استحصال کے خلاف سرگرمی کے مظہر بن جاتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ آخر ہم کیوں اب تک سچ، عدم تشدد، امن، انصاف اور برابری کے اصولوں کو ہر ایک شہری کے معمولاتِ زندگی اور شخصیت کا حصہ نہیں بناپائے ہیں۔**

میزان

مولانا عبدالحمید نعمانی

گاندھی جی اور ساورکر کی تفہیم

گاندھی جی فکر واخلاق، صبر وتحمل اور انصاف وانسانیت کے لحاظ سے بھی عموماً جذباتیت وجارحیت سے دور اور کشادہ دلی اور مخالف ترین لوگوں کے لیے بھی ہمدردی ومدد کا جذبہ رکھتے تھے۔ گاندھی جی میں اخلاقی جرأت، فرقہ وارانہ ہم آہنگی اور اتحاد کا جذبہ بھی تھا جبکہ ساورکر گاندھی جی سے بالکل الٹ تھے۔ ۱۹۱۰ء تک تو ساورکر بھی پرجوش مجاہد آزادی اور ہندمسلم اتحاد کے حامی تھے لیکن بعد میں فرقہ پرست اور برٹش سامراج کے سامنے سرینڈر ہوگئے۔ ان میں گاندھی جی کی طرح اخلاقی جرأت ودیانت داری اور صداقت شعاری بھی نہیں تھی کہ اپنے کیے کی ذمہ داری قبول کرنے کی ہمت کرتے۔

اس کے برعکس گاندھی جی برٹش سامراج کے سامنے خودداری اور عزتِ نفس کا تیاگ کرکے جھک جانے کے حق میں نہیں تھے۔ کوئی بھی پرتشدد عمل گاندھی جی کے نظریۂ عدم تشدد کے منافی تھا۔ وہ اپنے نظریے کے لیے بڑی سے بڑی قربانی کے لیے تیار رہتے تھے۔ اس لیے ان کے لیے ساورکر سے اتفاق کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے تاہم گاندھی جی آزادیِ وطن کے لیے محدود دور تک ساورکر کی جدوجہد کے معترف تھے اور ان کے پرجوش جذبے کو اچھے کاموں میں لگانا چاہتے تھے۔ برٹش حکومت کے قید خانے سے رہائی کے لیے جو کچھ کہا اور کیا وہ گاندھی جی کی عظمت کا ثبوت ہے۔ اسے کوئی اور معنی پہنانا غلط ہوگا۔ دقت یہ ہے کہ ہندوتوادیوں کے پاس کوئی ایسی شخصیت نہیں ہے جسے وہ سماج اور دنیا کے سامنے پیش کرسکیں۔ تحریک آزادی کے حوالے سے ان کی کوئی اچھی تاریخ نہیں ہے۔ ایک ساورکر کی شخصیت نظر آتی ہے جسے سامنے لانے کا جتن برسوں سے کیا جارہا ہے لیکن ساورکر نے اسیری کے ساتھ ہی برٹش سامراج سے ذلت کی حد تک گر کے معافی مانگ کر اور گزرتے دنوں کے ساتھ فرقہ پرستی اور سماج کو تقسیم کرنے کی کوششوں نے سب کیے کرائے پر پانی پھیر دیا۔ ساورکر نے صرف یہی نہیں کیا کہ اپنے کیے جرم کی کئی بار معافی مانگی اور آئندہ کوئی جرم نہ کرنے کا وعدہ کرکے رہائی کی درخواست کی تھی بلکہ خود کو برطانوی سامراج کا بیٹا بتایا اور اس کی مرضی کے مطابق اس کے لیے ہر طرح کا کام کرنے کا وعدہ بھی کیا۔ یہ گاندھی جی کے فکر وکردار کے خلاف تھا اور غالباً گاندھی جی کے علم میں اس طرح گرگر کر معافیاں مانگنے کی بات نہیں تھی، ان کے سامنے صرف یہ تھا کہ ساورکر کی سرگرمیاں، سیاسی جرم کے زمرے میں آتی ہیں۔ '۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی' نامی کتاب سے ساورکر کی شخصیت ایک خاص شکل میں سامنے آئی تھی۔ برطانوی حکومت کی اسیری سے پہلے پہلے تک ساورکر کی شاندار اور جاندار سرگرم شخصیت نظر آتی ہے جسے ہر محبّ وطن اور آزادی کا خیرخواہ قدر وتوقیر سے دیکھے گا۔ گاندھی جی نے افریقہ میں انگریزوں کے جس قسم کے مظالم اور زیادتیوں کو دیکھا اور مشاہدہ کیا تھا اس کے پیش نظر ساورکر کی جدوجہد کی ضرورت وقدردانی ایک فطری بات تھی۔ اس تناظر میں گاندھی جی ساورکر کی رہائی چاہتے تھے اور ساورکر کے بھائی نارائن ساورکر کی درخواست پر یہ مشورہ دیا کہ ساورکر کے سب کیے کرائے کو سیاسی جرم کے زمرے میں رکھ کر حکومت سے رہائی کے لیے بات کی جائے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ گاندھی جی وہ کچھ چاہتے تھے جو ساورکر نے تذلیل وتوہین آمیز معافی نامے کی شکل میں کیا تھا۔

گاندھی جی نے ساورکر کی رہائی کی بات ساورکر کے چھوٹے بھائی نارائن ساورکر کے التماس پر کی تھی۔ ۱۸؍جنوری ۱۹۲۰ء کو خط لکھ کر اپنے دونوں بڑے بھائیوں کی رہائی کی بات کی تھی کہ سرکاری اعلانِ معافی میں ساورکر برادران کا نام نہیں ہے۔ اس کا ذکر گاندھی وانگمے (کلیاتِ گاندھی جلد۱۹، ص۳۸۴) میں موجود ہے۔ اس کے جواب میں گاندھی جی نے ۲۵؍جنوری ۱۹۲۰ء کو لکھا کہ راحت دینے کی ایک درخواست دی جائے جس میں شواہد کے ساتھ واضح کیا جائے کہ آپ کے بھائی کی طرف سے کیا گیا جرم پوری طرح سے سیاسی تھا۔ میں اپنے طریقے سے پیش رفت کررہا ہوں، اس کے دو مہینے کے بعد پھر ساورکر نے رہائی کی درخواست کے بجائے ایک معافی نامہ لکھا۔ اس سے پہلے بھی ساورکر اگست ۱۹۱۱ء سے ۱۹۱۹ء تک پانچ معافی نامے لکھ چکے تھے جو خارج ہوگئے تھے۔ گاندھی جی ۱۹۱۵ء میں افریقہ سے بھارت آچکے تھے لیکن نصف جنوری ۱۹۲۰ء تک ساورکر برادران اور گاندھی جی کے درمیان کسی خط وکتابت کا ذکر نہیں ملتا ہے۔ گاندھی جی کے رہائی کی درخواست سے متعلق مشورے کے بعد ساورکر نے شاہی معافی دینے کی جو درخواست دی اس کے متعلق بھی وثوق سے نہیں کہا جاسکتا ہے کہ ایسا ساورکر نے گاندھی جی کے کہنے (باقی صـ۱۴ پر)

گوشہ روزگار

ریڈیوگرافی میں بھی ہے روزگار

کسی بیماری کا علاج شروع کرنے کے لیے اس کی صحیح تشخیص ضروری ہے اور ریڈیوگرافر اس میں سب سے اہم رول ادا کرتا ہے۔ جیسے جیسے میڈیکل سائنس نئی نئی تکنیک اپنا رہا ہے ریڈیو گرافر کی مانگ بھی بڑھتی جارہی ہے۔ ریڈیوگرافر کے لیے ہندستان اور بیرونی ملکوں میں روزگار کے بے شمار مواقع پیدا ہورہے ہیں۔ یہ ایک میڈیکل امیجنگ ٹیکنالوجی ہے جس کا استعمال ایکسرے، فلورواسکوپی، ایم آر آئی، الٹراساؤنڈ، سٹی اسکین، اینجیوگرافی اور بی ای ٹی تکنیک کے ذریعہ جسم کے اندرونی حصوں کی خرابی یا بیماری کے بارے میں جاننے کے لیے کیا جاتا ہے۔ اس کی ابتدا ۱۸۹۵ء میں ایکسرے کی ایجاد کے ساتھ ہوئی۔ وقت کے ساتھ بیماری کا پتہ لگانے کا عمل ترقی کرتا گیا۔ کسی بیماری کا صحیح علاج کرنے کے لیے صحیح تشخیص ہونا ضروری ہے اور ریڈیوگرافر جسم کے اندرونی حصوں اور ان کے فنکشن کی صحیح تصویر دینے میں مدد کرتے ہیں۔ ریڈیوگرافی دو قسم کی ہوتی ہے۔ ڈائیگنوسٹ اور تھرپیوٹک، ڈائگنوسٹ ریڈیوگرافی، ریڈیوامیجنگ مشینوں کے ذریعہ حاصل شدہ نتائج کی تشریح سے متعلق ہے جبکہ تھرپیوٹک ریڈیوگرافی میں ریڈی ایشن تکنیک کی مدد سے کینسر، السر، ٹیومر کا علاج شامل ہے۔

کورس: ریڈیوگرافی پیرامیڈیکل سائنسز کا ایک حصہ ہے اور طالب علم کی بایولوجی، فزیولوجی اور اناٹومی جیسے مضامین میں دلچسپی ہونی چاہیے۔ تب ہی آپ ریڈیوگرافی میں کامیاب کیریئر بناسکتے ہیں۔ انڈر گریجویٹ سطح پر آپ ریڈیوگرافی میں بی ایس سی یا بی ایس سی آنرس ڈگری لے سکتے ہیں۔ ڈگری کورس کے لیے کم ازکم تعلیمی صلاحیت میتھ، فزکس اور کیمسٹری کے ساتھ بارہویں پاس کرنا ہے۔ ریڈیوگرافی کے شعبے میں داخلے کے لیے ایک سال کا سرٹیفکیٹ کورس اور دوسال کے ڈپلوما کورس مقبول ہیں۔ لیکن سرٹیفکیٹ یا ڈپلوما کورس کے مقابلے ڈگری پروگرام کیریئر میں ترقی کے بہتر مواقع دیتا ہے۔ عام طور پر لوگ اس میں ماسٹر ڈگری یا پی ایچ ڈی نہیں کرتے ہیں۔

تنخواہ: سرکاری اسپتالوں میں کام کرنے والے ریڈیوگرافرس کو آٹھ دس ہزار روپے ماہانہ تنخواہ ملتی ہے۔ پرائیویٹ اسپتالوں اور کلینک اس کے مقابلے زیادہ اچھے پیکیج دیتے ہیں۔ اچھا ریڈیو گرافر ایک یا دوسال کے تجربے کے بعد چالیس ہزار سے ساٹھ ہزار روپے تنخواہ حاصل کرسکتا ہے۔ اس پروفیشن میں آگے بڑھتے رہنے کے لیے آپ کو اپنی صلاحیت میں اضافہ کرتے رہنا ہوگا۔ اگر آپ نے سرٹیفکیٹ ڈپلوما کورس کیا ہے تو آپ ریڈیوگرافر یا ریڈولوجسٹ کے معاون کے طور پر آغاز کرسکتے ہیں۔

مواقع: ریڈیوگرافی کے شعبے میں پروفیشنل کی مانگ روزانہ بڑھتی جارہی ہے۔ اب جب صحت کے شعبے میں زیادہ سے زیادہ نئی مشینیں آرہی ہیں تو ریڈیوگرافر کی مانگ بھی بڑھ رہی ہے۔ اس طرح ریڈیوگرافرس کے لیے ہندوستان اور بیرون ملکوں میں روزگار کے بیشمار مواقع ہیں۔ ان کی ضرورت نجی اور سرکاری دونوں سیکٹر کے اسپتالوں میں رہتی ہے۔ اس کے علاوہ نجی نرسنگ ہوم، ڈائیگنوسٹک سینٹر اور سپر اسپیشلیٹی اسپتال ریڈیو گرافروں کے لیے مناسب جگہ ہوتے ہیں۔ خود روزگاری کے مواقع بھی کم نہیں ہیں۔ ریڈیوگرافر اپنا ڈگنوسٹک سینٹر کھول سکتے ہیں۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ ریڈیوگرافر کالجوں اور اداروں میں پڑھانے کا متبادل بھی منتخب کرسکتے ہیں۔ اس فیلڈ میں ریسرچ کے بھی راستے کھلے ہیں۔ ہندستانی ریڈیوگرافروں کی مانگ بیرونی ملکوں میں کافی ہے، بالخصوص مغربی یورپی ملکوں، امریکہ اور خلیجی ملکوں میں۔

مستقبل کے امکانات

ٹیلی ریڈیولوجی کے آنے سے میڈیکل امیجنگ تکنیک تیزی سے فروغ پارہی ہے۔ ریڈیو گرافر کو اس فیلڈ کی جدید ترین تکنیک سے آگاہ رہنا پڑتا ہے اور اپنی مہارت کو بہتر بناتے رہنا پڑتا ہے۔ ریڈیوگرافر اس پہیے کا اہم پُرزہ ہے جو کسی مریض کے لیے صحت مند زندگی کی سمت میں پہلا قدم ہوسکتا ہے۔

ادارے

☆ آل انڈیا انسٹی ٹیوٹ آف میڈیکل سائنسز، نئی دہلی، www.aiims.edu

☆ اپولو انسٹی ٹیوٹ آف ہاسپٹل مینجمنٹ اینڈ الائیڈ سائنسز، www.aherf.org

☆ ڈاکٹر بی آر امبیڈکر ہاسپٹل، بنگلور www.bramc.org

☆ ڈاکٹر ایم وی شیٹی انسٹی ٹیوٹ آف ہیلتھ سائنسز، بنگلور، www.drmvst.org

☆ قدوائی انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی، بنگلور www.kidwai.kar.nic.in

☆ مدراس میڈیکل کالج، چنئی www.mmc.tn.gov.in

☆ منی پال اکیڈمی آف ہائر ایجوکیشن، منی پال www.manipal.edu

☆ پوسٹ گریجویٹ انسٹی ٹیوٹ آف میڈیکل ایجوکیشن اینڈ ریسرچ، چنڈی گڑھ www.pgimer.nic.in

☆ نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف مینٹل ہیلتھ اینڈ نیوروسائنس، بنگلور www.nimhans.kar.nic.in

دریچے

م-س-ج-

مصنوعی ذہانت ۲۰۵۰ء تک دنیا کی ہر شے بدل دے گی

مصنوعی ذہانت حقیقی زندگی میں ڈرون جہازوں اور آٹومیٹک ہتھیاروں کو فروغ دینے کا باعث بن رہی ہے۔ دھیرے دھیرے یہ ٹیکنالوجی ایک ایسا روپ دھار رہی ہے جو انسانیت کی فلاح کا باعث بھی بن سکتی ہے اور تباہی اور بربادی کا ضامن بھی۔ اس ٹیکنالوجی پر کام کرنے والوں کے پاس ابھی وقت ہے۔ انھیں یہ فیصلہ کرنا ہے کہ انسانیت کے لیے کیا بہتر ہے۔ وہ دن بھی دور نہیں جب مستقبل قریب میں روبوٹک مشینیں لوگوں کو بہت حد تک بے روزگار کردیں گی جبکہ ڈرون پہلے ہی جنگوں کے نئے مستقبل کو روشناس کرارہے ہیں۔ بلاشبہ ڈرون بھی روبوٹک مشین ہی ہے جو درستگی کے ساتھ بغیر کسی انسانی مداخلت کے متعدد مخصوص کام سرانجام دے رہی ہے۔ ہم نوگورنو کاراباخ تنازع کو پہلی جنگ (جو آذربائیجان اور آرمینیا کے درمیان لڑی گئی) قرار دے سکتے ہیں جو مکمل طور پر نہیں تو جزوی طور پر مہلک خودکار ڈرونز سے لڑی گئی۔ اس جنگ نے حال ہی میں یہ ثابت کیا ہے کہ خودکار ربوٹک ہتھیار جنگ کے توازن کو تیزی کے ساتھ بدل سکتے ہیں۔ ایسے ڈرون کو 'کامیکاز ڈرون' کا نام دیا گیا ہے۔ ان طیاروں کی افادیت ان کا آٹومیٹک نظام ہے جس سے مخالف کو لڑنے اور جوابی اقدامات اُٹھانے میں مشکل پیش آتی ہے۔ یہ سب کچھ مصنوعی ذہانت کی وجہ سے ہورہا ہے۔ مصنوعی ذہانت میں سرمایہ کاری اور مزید ترقی خودکار ہتھیاروں کو مزید فعال بناسکتی ہے جس سے جنگوں کا مستقبل بدل جائے گا۔ آج سے کئی دہائیاں پہلے ایٹمی ٹیکنالوجی کا شہرہ تھا مگر یہ تباہی کے علاوہ بجلی کی پیداوار تک محدود رہی۔ بہت بعد میں یہ طبّی میدان میں بھی استعمال ہوئی، مگر مصنوعی ذہانت تو ہر شعبے تک اپنے پر پھیلا چکا ہے، مثلاً دبئی میں آٹومیٹک نظام سے لیس ایئر ٹیکسی کا تجربہ اس کو دنیا کی پہلی 'سیلف فلائنگ ٹیکسی سروس' کہا جارہا ہے۔ کہا تو یہ بھی جارہا ہے کہ مصنوعی ذہانت مستقبل کی معیشت کا مرکز ہوگی۔

مصنوعی ذہانت کیا ہے؟ مصنوعی ذہانت سے مراد ایسی ٹیکنالوجی ہے جو سافٹ ویئر کے زیر کنٹرول کسی بھی مشین کو چلاسکتی ہے۔ یہ انسان کی طرح سوچنے اور کام کرنے کے لیے بنائی جاتی ہے۔ یہ اصطلاح ہر اس مشین پر لاگو ہوسکتی ہے جو انسانی عادتوں اور صلاحیتوں سے سیکھنے اور مسائل کو حل کرنے کا مظاہرہ کرتی ہو۔ برسوں کی محنت کے بعد سائنسدانوں نے کمپیوٹرز اور مشینوں میں مصنوعی ذہانت کے ذریعے یہ صلاحیت پیدا کی ہے جس سے وہ انسانوں کی طرح سوچنے اور عمل کرنے کے قابل ہوگئی ہے۔

موسمیاتی تبدیلی کے اثرات سے دنیا کی ۸۵ فیصد آبادی متاثر

دنیا کی ۸۵ فیصد آبادی موسمیاتی تبدیلیوں سے متاثر ہورہی ہے۔ یہ بات ہزاروں سائنسی تحقیقاتی مقالوں کی ایک تجزیاتی تحقیق کے بعد سامنے آئی ہے۔ محققین کی ایک ٹیم نے مشین لرننگ کے ذریعہ ۱۹۵۱ء سے ۲۰۱۸ء تک کے قریب ایک لاکھ تحقیقی مقالوں کے تجزیے سے یہ اخذ کیا ہے کہ دنیا کے مختلف قدرتی نظاموں کو کس طرح عالمی موسمیاتی تبدیلی متاثر کررہی ہے۔ نیچر کلائمٹ چینج رسالے میں چھپنے والی اس تحقیق کے مصنف میکس کلی گھان نے فرانسیسی خبررساں ادارے اے ایف پی سے بات کرتے ہوئے بتایا کہ ان کے پاس غیر معمولی تعداد میں ثبوت موجود ہیں کہ عالمی موسمیاتی تبدیلی دنیا کے تمام براعظموں اور قدرتی نظاموں کو متاثر کررہی ہے۔ انھوں نے کہا کہ اس امر کے بڑی تعداد میں ثبوت موجود ہیں کہ یہ تبدیلی کس طرح دنیا بھر میں محسوس کی جارہی ہے۔

محققین نے کمپیوٹر پروگرامنگ کے ذریعہ دنیا بھر میں ایسے مقالوں کا تجزیہ کیا جن میں موسمیاتی تبدیلی سے متعلق تحقیق کی گئی ہے۔ ان میں ایسے مقالے بھی تھے جو بڑی تعداد میں تتلیوں کی ہجرت پر لکھے گئے اور ایسے بھی جو شدید گرمی کی وجہ سے بڑھتی اموات پر تحقیق پر مبنی تھے۔ اس تحقیق میں ان اثرات کا عالمی موسمیاتی تبدیلی سے براہِ راست تعلق بھی ثبوتوں کے ذریعہ قائم کیا گیا۔ یہ تحقیق میکس کلی گھان اور ان کی ٹیم نے برلن میں قائم مرکاتر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ اور کلائمٹ اتالیٹکس کی مدد سے مکمل کی۔ محققین کی ٹیم نے اپنی تحقیق میں دیکھا کہ دنیا بھر کے کن علاقوں میں موسمیاتی تبدیلی کے اثرات نمایاں تھے اور ان علاقوں میں موسم کی تبدیلی کی وجہ سے درجہ حرارت کی شدت میں کس قدر اضافہ ہوا۔ میکس کلی گھان کے مطابق ان علاقوں میں دیکھا گیا کہ درجہ حرارت اور موسم قدرتی لحاظ سے ہٹ کر کتنا گرم یا سرد، بارشوں میں کس قدر اضافہ یا خشکی کی صورتِ حال تھی۔ انھوں نے کہا کہ ان کی تحقیق میں یہ دیکھا گیا کہ موسمیاتی تبدیلی کے ماڈلز سے ان علاقوں کا درجہ حرارت اور موسم کس قدر مطابقت رکھتا تھا۔

تحقیق کے مصنف کے مطابق ان کی تحقیق میں یہ حقیقت سامنے آئی کہ دنیا بھر کے ۸۰ فیصد علاقے جہاں دنیا بھر کی ۸۵ فیصد آبادی مقیم ہے وہاں ایسی تحقیقات سامنے آئی ہیں جن میں موسمیاتی تبدیلی کے اثرات ریکارڈ کیے گئے۔ ان کا کہنا تھا کہ ان کی تحقیق میں یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ ترقی یافتہ ممالک پر اس نوعیت کے زیادہ تحقیقی مقالے لکھے گئے جبکہ غریب ممالک میں موسمیاتی اثرات سے متعلق تحقیقی مقالوں کی تعداد بہت کم تھی۔ انھوں نے کہا کہ مثال کے طور پر افریقہ میں بارشوں میں کمی کو ہم موسمیاتی تبدیلی سے منسلک کرسکتے ہیں لیکن اس سلسلے میں ان اثرات کو ریکارڈ کرنے کے بہت کم تحقیقی مقالے میسر ہیں۔ بقول ان کے یہ موسمیاتی تبدیلی سے متعلق ایسا براعظم ہے جس کے بارے میں بہت کم معلومات موجود ہیں۔

کم عمر مردوں میں بال گرنے کی کیا وجوہات ہیں؟

سر کے بالوں کے گرنے سے مرد اور خواتین دونوں ہی پریشان رہتے ہیں۔ اپنے بالوں کو بچانے کے لیے اکثر افراد ویب سائٹس پر موجود معلومات تلاش کررہے ہوتے ہیں یا پھر نانی اماں کے برسوں پرانے ٹوٹکوں کا سہارا لیتے ہیں۔ بالوں کا گرنا مردوں کے لیے بھی اتنا ہی پریشانی کا باعث ہے جتنا کہ خواتین کے لیے ہے۔ کبھی کبھار مردوں میں ۲۰ اور ۳۰ سال کی عمر کے بعد ہی بال اس تیزی سے گرنا شروع ہوجاتے ہیں کہ وہ گنج پن کا شکار ہوجاتے ہیں۔ ڈاکٹر کرن کے مطابق پہلے ۵۰ اور ۶۰ سال کی عمر کے بعد مردوں میں گنج پن کی شکایت پائی جاتی تھی۔ انہوں نے مردوں میں بال گرنے کی چند وجوہات بتائی ہیں جن میں سے ایک غذا میں چینی کا زیادہ استعمال ہے۔ اس کے علاوہ کاربوہائیڈریٹس والی غذائیں زیادہ مقدار میں کھانے، پروٹین پاؤڈر کا استعمال، تھائی رائیڈ کا متاثر ہونا یا پھر وٹامن کی کمی بھی بال گرنے کا باعث بن سکتی ہے۔ ڈاکٹر کرن نے بالوں کے علاوہ جلد کی حفاظت کے لیے وٹامن سی کے استعمال کا مشورہ دیا ہے۔ وٹامن سی ایک طاقتور اینٹی آکسیڈنٹ ہے جو جلد کو خراب ہونے اور چھائیاں پڑنے سے بچاتا ہے۔

یوپی میں بی جے پی حکومت نے گزشتہ پانچ سالوں میں کوئی کام نہیں کیا

ایس پی یوپی میں بڑی پارٹی ہے، یوپی میں بی جے پی کے مضبوط متبادل کی ضرورت ہے

کانگریس کے قومی سیکریٹری جناب عمران مسعود کا ایک انٹرویو

یوپی کے بارے میں کانگریس رہنماؤں کے دعوے جو بھی ہوں لیکن پارٹی کے قومی سیکریٹری اور اترپردیش سے تعلق رکھنے والے عمران مسعود کی رائے مختلف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اترپردیش میں بی جے پی کے خلاف سماجوادی پارٹی سب سے بڑی طاقت ہے۔ اس کو نظر انداز کر کے بی جے پی کے خلاف کوئی لڑائی نہیں جیتی جاسکتی۔ وہ پرینکا گاندھی کو بھی یوپی میں کانگریس کی وزیر اعلیٰ امیدوار بنائے جانے سے کوئی فائدہ نہیں دیکھتے۔ اس سلسلے میں یوپی اور کانگریس کے بارے میں عمران مسعود سے تفصیل سے بات چیت ہوئی، پیش ہے بات چیت کے خاص حصے۔

س: آپ خود اترپردیش سے ہیں، ریاست کی سیاسی نبض پر گرفت رکھتے ہیں، وہاں کس طرح کا سیاسی پس منظر دیکھ رہے ہیں؟

ج: اترپردیش میں بی جے پی کی جو حکومت ہے اس نے پانچ سال کے درمیان ایک بھی ایسا کام نہیں کیا جس کے ذریعہ وہ عوام کا ووٹ لینے کا حق جتا سکے۔ اتنی بڑی اکثریت والی حکومت کے خلاف اتنی زیادہ ناراضگی پہلے کبھی نہیں دیکھی گئی لیکن اس کے حق میں جو ایک بات جارہی ہے وہ یہ ہے کہ اپوزیشن خیمے منقسم ہیں۔ ووٹوں کی تقسیم بی جے پی کی طاقت بنی ہوئی ہے اور اگر ووٹوں کی تقسیم نہیں رکی تو کوئی بی جے پی کو واپس آنے سے نہیں روک سکتا۔

س: یوپی میں کانگریس کی آخری سرکار ۱۹۸۹ء تک تھی، اس کے بعد تقریباً تین دہائی گزر چکی ہیں،

> **وقت کے ساتھ آپ نہیں چلیں گے تو یہی حشر ہوگا۔ جس وقت کی آپ بات کر رہے ہیں، اس دوران یوپی کی سیاست کا چہرہ، اس کا مزاج سب کچھ بدل گیا۔ ذات پات پر مبنی سیاست حاوی ہوگئی۔ کانگریس وہ نہ کرسکی، ہم سب کو اپنا بنانے کے چکر میں کسی کے بھی نہیں ہوسکے۔**

ریاست میں اس کی حکومت واپس نہیں ہوسکی۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

ج: وقت کے ساتھ آپ نہیں چلیں گے تو یہی حشر ہوگا۔ جس وقت کی آپ بات کر رہے ہیں، اس دوران یوپی کی سیاست کا چہرہ، اس کا مزاج سب کچھ بدل گیا۔ ذات پات پر مبنی سیاست حاوی ہوگئی۔ کانگریس وہ نہ کرسکی، ہم سب کو اپنا بنانے کے چکر میں کسی کے بھی نہیں ہوسکے۔

س: اس بار تو سماجوادی پارٹی نے بھی کانگریس کے ساتھ اتحاد کرنے سے منہ موڑ لیا ہے۔ بی ایس پی نے اپنے دروازے بند کر رکھے ہیں۔ یوپی میں کانگریس کے لیے کیا راستہ بچتا ہے؟

ج: سماجوادی پارٹی یوپی میں بی جے پی کے خلاف سب سے بڑی پارٹی ہے۔ بڑی پارٹی ہونے کی وجہ سے اس کی ذمہ داری بھی بڑی ہے اس لیے ہم خیال نظریہ والی تمام پارٹیوں کو متحد ہونا چاہیے۔

س: کیا کانگریس اترپردیش میں پرینکا گاندھی کو سی ایم امیدوار کا چہرہ پیش کر کے یوپی کے انتخابی میدان میں اتر سکتی ہے؟ اگر ایسا ہوتا ہے تو کیا وہاں بازی پلٹے گی؟

ج: مجھے نہیں لگتا ہے کہ ایسا کچھ ہونے جارہا ہے، اس سے کوئی بڑا فائدہ ہونے والا ہے، پرینکا گاندھی کانگریس کا قومی چہرہ ہیں، انھیں اترپردیش کا چہرہ بنانا انھیں محدود کرنا ہوگا۔

س: اگر کانگریس اور سماجوادی کا اتحاد ہوجاتا ہے تو وزیر اعلیٰ کے عہدہ کا امیدوار کون ہوگا؟ کیا کانگریس اکھلیش یادو کو وزیر اعلیٰ کا امیدوار تسلیم کرلے گی؟

ج: اس موضوع پر پارٹی کی اجتماعی طور پر یا دوسرے لیڈروں کی کیا رائے ہے مجھے نہیں معلوم لیکن میری ذاتی رائے یہ ہے کہ سیاسی نمبروں کا کھیل ہے۔ آج کی تاریخ میں یوپی میں بی جے پی کے خلاف اپوزیشن کی سب سے بڑی پارٹی سماجوادی پارٹی ہی ہے، تو بظاہر وزیر اعلیٰ کا چہرہ اسی کا ہوگا، کانگریس ہی نہیں، اپوزیشن کی دیگر پارٹیوں کو بھی اس چہرے کو منظور کرنا ہوگا۔

س: تو آپ ایسے کسی اتحاد کیلئے کوئی پہل کریں گے؟

ج: میں تو عام طور سے کہہ رہا ہوں کہ اگر اترپردیش میں بی جے پی کو اقتدار سے بے دخل کرنا ہے تو ایک مضبوط متبادل بنانا ہی ہوگا۔

س: کہا تو یہ بھی جارہا ہے کہ آپ اکھلیش یادو کے رابطہ میں ہیں اور عنقریب سماجوادی پارٹی میں جاسکتے ہیں؟

ج: رابطہ میں ہونے کی جو بات آپ کہہ رہے ہیں

> **میری ذاتی رائے یہ ہے کہ سیاسی نمبروں کا کھیل ہے۔ آج کی تاریخ میں یوپی میں بی جے پی کے خلاف اپوزیشن کی سب سے بڑی پارٹی سماجوادی پارٹی ہی ہے، تو بظاہر وزیر اعلیٰ کا چہرہ اسی کا ہوگا، کانگریس ہی نہیں، اپوزیشن کی دیگر پارٹیوں کو بھی اس چہرے کو منظور کرنا ہوگا۔**

تو وہ رابطہ یہ ہے کہ میری ان کی ملاقات ابھی پچھلے دنوں سابق گورنر عزیز قریشی کے یہاں ایک شادی کی تقریب میں ہوئی تھی جس میں ان کے ساتھ کوئی سیاسی بات چیت ہوئی ہی نہیں۔

س: یوپی میں مسلم ووٹروں کی پہلی پسند کونسی پارٹی ہوگی، ایس پی، بی ایس پی یا کانگریس؟

ج: مسلم ووٹرس کی ہی بات آپ کیوں کر رہے ہیں، میں تو یہ سبھی طبقوں اور مذاہب کے ووٹروں کی بات کر رہا ہوں۔ بی جے پی کے خلاف جو بھی مضبوط متبادل قائم ہوتا نظر آئے گا رائے دہندگان کی پہلی پسند وہی ہوگا۔ ❑❑

جو گول پوسٹ کے قریب ہو اُسے بال پاس کی جاتی ہے، وہی گول کرتا ہے: انل بالونی

س: اتراکھنڈ میں پچھلے چھ مہینوں سے سیاسی عدم استحکام نظر آرہا ہے، خاص طور سے بی جے پی کے اندر، کیا وجہ ہوسکتی ہے؟

ج: آپ اتراکھنڈ کو دہلی سے دیکھ رہے ہیں، میں اتراکھنڈ کو اتراکھنڈ کے اندر سے دیکھ رہا ہوں۔ کہیں کوئی عدم استحکام نہیں ہے بلکہ وہاں بی جے پی حکومت سابقہ طریقے سے کام کر رہی ہے۔ ایک روپے میں ہر گھر میں پانی کا کنکشن دیا جارہا ہے۔ بارہ کروڑ کی لاگت سے آل ویدر روڈ کی تعمیر ہو رہی ہے۔ ریل کی کنکٹویٹی بڑھ رہی ہے، اس کے علاوہ بھی بہت سارے ترقیاتی کام ہو رہے ہیں۔ پہاڑی ریاستوں کے سلسلے میں ایک نظریہ ہوتا ہے کہ وہاں سرکاریں دوبارہ نہیں بنتی ہیں لیکن بی جے پی اس روایت کو توڑ کر اتراکھنڈ میں لگاتار دوسری بار حکومت بنانے کی طرف گامزن ہے۔

س: بی جے پی کو چھ مہینے کے اندر دو وزیر اعلیٰ بدلنے پڑ گئے، سب کچھ اتنا ہی ٹھیک ہے تو یہ تبدیلی کیوں کرنی پڑی؟

ج: ہمارے یہاں عہدہ نہیں ہوتا، ہمارے یہاں ذمہ داری ہوتی ہے۔ ہمارے یہاں جو کھلاڑی گول پوسٹ کے نزدیک ہو اسے بال پاس کی جاتی ہے اور وہاں آدمی گول کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے تین تین وزیر اعلیٰ بدلے گئے، ان سب نے عہدہ چھوڑنے کے بعد پارٹی کو اظہارِ تشکر پیش کیا۔ تبدیلی کی بات تو پنجاب میں کہہ سکتے ہیں جہاں پر وزیر اعلیٰ ہی کو پتہ نہیں تھا کہ اسے ہٹایا جارہا ہے۔ اس کے بعد وہاں وہ افراتفری مچی جس کو سب نے دیکھا۔

س: گزشتہ دنوں سینئر وزیر یشپال آریہ نے بی جے پی کو چھوڑ دیا، کچھ تو اس کی وجہ ہوگی؟

ج: میں جانے والے شخص کے بارے میں کچھ نہیں کہوں گا لیکن اتنا یقینی ہے کہ مردہ کانگریس کو یشپال آریہ بھی زندہ نہیں کرسکتے۔

س: یشپال آریہ کو کانگریس لے گئی، کانگریس سے حساب برابر کرنے کا انتظار کب تک کیا جائے گا؟

ج: بی جے پی انتقام کی سیاست نہیں کرتی۔ وہ عوامی بھلائی کی سیاست کرتی ہے۔ انتقام کی سیاست تو کانگریس کرتی ہے، لیکن اگر کانگریس کا کوئی آدمی بی جے پی میں شامل ہونا چاہے گا تو ہم ان کے بارے میں غور کریں گے۔ ویسے تو کانگریس کے تین ممبرانِ اسمبلی ہمارے ساتھ پہلے ہی آچکے ہیں۔

س: محض پانچ لوک سبھا سیٹ والی ریاست اتراکھنڈ میں بی جے پی کے کئی پاور سینٹر ہونے کی بات کہی جاتی ہے۔ کتنی سچائی ہے؟

ج: پہلی بات تو یہ کہ ہم کسی بھی ریاست کو بڑے اور چھوٹے کی نظر سے نہیں دیکھتے۔ ہمارے لیے تمام صوبے برابر ہیں، رہی بات پاور سینٹر کی تو ریاست میں کہیں بھی کوئی پاور سینٹر جیسی بات نہیں ہے، تمام لوگ ایک ٹیم کی طرح کام کرتے ہیں۔

س: ہریش راوت نے کہا ہے کہ ان کی زندگی کی محض ایک خواہش ہے کہ صوبہ کا وزیر اعلیٰ کوئی دلت ہو، دلت سی ایم کا موضوع کیا اثر دکھا سکتا ہے؟

ج: ہم لوگ کئی دہائیوں سے ہریش راوت کی سیاست کو دیکھ رہے ہیں۔ ہریش راوت جی ایسے ہی ٹوٹکے کی سیاست کرتے ہوئے آئے ہیں۔ ۲۰۱۲ء میں صوبہ اتراکھنڈ میں کانگریس کو اکثریت ملی تھی، ہریش راوت کے پاس موقع تھا کہ وہ کسی دلت کو سی ایم بنوا سکتے تھے، اس وقت ان کے پی سی سی صدر بھی دلت تھے لیکن انھوں نے دلت کو سی ایم نہیں بننے دیا، دو ہفتہ تک تو دہلی میں اپنے

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

ہوا کے دوش پر

شوگر کی جانچ اب لعابِ دہن سے

آسٹریلوی ماہرین نے ایک ایسا شوگر ٹیسٹ ایجاد کرلیا ہے جس کے ذریعے لعابِ دہن (تھوک) میں شکر کی مقدار معلوم کرتے ہوئے کسی شخص کے ذیابیطس میں مبتلا ہونے یا نہ ہونے کا پتہ چلایا جاسکتا ہے۔ کالاگان، نیوساؤتھ ویلز میں واقع یونیورسٹی آف نیوکیسل کے ڈائریکٹر پال دستور اور ان کے ساتھیوں نے یہ انقلابی شوگر ٹیسٹ ایجاد کیا ہے جو ایسی ہی ٹیسٹنگ اسٹرپ پر مشتمل ہے جیسی روایتی شوگر ٹیسٹ میں استعمال کی جاتی ہے۔ نئے شوگر ٹیسٹ کی بدولت دنیا بھر میں ذیابیطس کے تقریباً ۴۶ کروڑ مریضوں کو اپنے جسم میں شکر کی مقدار معلوم کرنے کے لیے ہر بار انگلی میں سوئی چبھو کر خون نکالنے کی تکلیف سے نجات مل جائے گی۔ واضح رہے کہ خون کی طرح تھوک میں بھی شکر کی بہت معمولی مقدار ہوتی ہے۔ البتہ ذیابیطس کی تشخیص میں لعابِ دہن کی شکر استعمال کرنے کا تصور چند سال پہلے ہی سامنے آیا ہے۔ ڈاکٹر پال دستور اور ان کے ساتھیوں نے اسی تحقیق سے استفادہ کرتے ہوئے ایسے حیاتیاتی حساسیے (بایوسینسرز) بنائے ہیں جو تھوک میں شامل شکر کی مقدار صرف چند سیکنڈ میں معلوم کرسکتے ہیں۔ ان حساسیوں کو ایک پٹی (اسٹرپ) کا حصہ بنایا گیا ہے جو خون کے ذریعے شوگر معلوم کرنے والی ٹیسٹنگ اسٹرپ جیسی ہے۔ استعمال کی غرض سے اس پٹی کو زبان سے چاٹنے والے انداز میں چھوا جاتا ہے تاکہ اس پر تھوڑی سی مقدار میں تھوک جمع ہوجائے، پھر اسے ایک آلے میں رکھ کر لعاب دہن میں شکر کی مقدار معلوم کرلی جاتی ہے۔ تھوک میں شامل شکر کی اس مقدار کا موازنہ معیاری پیمائشوں سے کرتے ہوئے اس کے معمول کے مطابق کم یا زیادہ ہونے کا پتہ چلایا جاتا ہے۔

فضا میں موجود پلاسٹک کے ذرّات گلوبل وارمنگ کی اہم وجہ: ایک تحقیق

نیوزی لینڈ کے سائنسدانوں نے کہا ہے کہ پلاسٹک کے انتہائی باریک ذرّات کا، جنھیں مائیکرو پلاسٹک کہا جاتا ہے، کرہ ارض کا درجہ حرارت بڑھنے سے براہِ راست تعلق ہے۔ نیوزی لینڈ کے سائنسدانوں کے مطالعاتی جائزے پر مبنی ایک رپورٹ ایک سائنسی جریدے میں شائع ہوئی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ فضا، زمین، دریاؤں اور سمندروں میں بڑے پیمانے پر پائے جانے والے پلاسٹک کے انتہائی باریک ذرّات، ٹکڑے اور پلاسٹک کے ریشے نہ صرف صحت کے لیے نقصاندہ ہیں بلکہ وہ آب وہوا کی تبدیلی پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں۔ سائنسی جریدے 'نیچر' میں شائع ہونے والا یہ پہلا ایسا سائنسی مطالعہ ہے جس میں آب وہوا پر فضا میں پائے جانے والے مائیکرو پلاسٹک کے اثرات پر تحقیق کی گئی ہے۔ مائیکرو پلاسٹک اور پلاسٹک کے ریشے اتنے ہلکے اور چھوٹے ہوتے ہیں کہ ہوا باآسانی انھیں اپنے ساتھ اُڑا لے جاتی ہے۔ یہ ذرّات ہمارے روزمرہ استعمال کی ان چیزوں سے پیدا ہوتے ہیں جنھیں بنانے میں مختلف اقسام کا پلاسٹک استعمال کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر ہمارا لباس، قالین اور روزمرہ استعمال کی انگنت چیزیں اور رنگ۔ اس کے علاوہ ٹائروں اور بڑے سائز کی ایسی اشیا کی ٹوٹ پھوٹ اور شکست وریخت کے نتیجے میں بھی پیدا ہونے والا مائیکرو پلاسٹک فضا اور ماحول کو آلودہ کردیتا ہے جنھیں بنانے میں پلاسٹک استعمال ہوتا ہے۔ نیوزی لینڈ کے سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ اگرچہ فی الحال آب وہوا کی تبدیلی اور ان کا اثر بہت نمایاں نہیں ہے لیکن جس رفتار سے کچھ شہروں کی فضا میں مائیکرو پلاسٹک کی موجودگی عالمی اوسط سے بڑھ رہی ہے، کرۂ ارض کے درجۂ حرارت کے اضافے میں اس کا کردار بڑھ جائے گا۔ نیوزی لینڈ کی یونیورسٹی آف کینٹربری کی ماحولیاتی سائنس کی ایک ماہر لوار یویل کہتی ہیں کہ فضا میں موجود پلاسٹک کے باریک ذرّات ماحول کو متاثر کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ ذرات شمسی تابکاری یا سورج کی روشنی خلا میں لوٹانے میں بہتر کردار ادا کرتے ہیں جس سے زمین کی آب وہوا میں معمولی ٹھنڈک پیدا ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ یہ ذرات زمین سے خارج ہونے والی انفراریڈ تابکاری کو جذب کرنے میں بھی کافی اچھے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بھی کرۂ ارض کے ماحول کو ٹھنڈا کرنے میں ان کا کردار نمایاں طور پر گھٹ جاتا ہے اور وہ گلوبل وارمنگ کا ایک سبب بن جاتے ہیں۔

دنیا کی معمر ترین جڑواں بہنیں اگلے ماہ ۱۰۸ برس کی ہوجائیں گی

فی الحال وہ الگ الگ شہروں میں رہ رہی ہیں لیکن جاپان کی دو جڑواں اور یکساں شباہت والی بہنوں کو چند روز قبل گینز بک آف ورلڈ ریکارڈ نے دنیا کی معمر ترین تاحیات جڑواں بہنوں کی سند عطا کی ہے اور اگلے ماہ وہ ۱۰۸ برس کی ہوجائیں گی۔ یومینو سومی یامہ اور کومی کوداما جاپانی صوبے کاگاوا میں شوڈو جزیرے میں ۵ / نومبر ۱۹۱۳ء کو پیدا ہوئی تھیں۔ گینز بک نے ان دونوں کے گھروں میں سرٹیفکیٹ بھجوائے ہیں۔ دونوں بہنیں جس گھرانے میں پیدا ہوئیں ان کے اہل خانہ میں مزید تیرہ افراد بھی شامل تھے۔ ان کے بہن بھائیوں نے بتایا کہ دونوں بہن گھلنے ملنے والی ہیں اور ان کا رویہ مثبت ہے۔ یہ دونوں بہت کم پریشان ہوتی ہیں۔ ان میں یومینو بہت پرعزم ہیں جبکہ کومی بہت نرم مزاج ہیں۔ تاہم جڑواں ہونے کی بنا پر انھیں ستایا اور ان کا مذاق بھی اڑایا جاتا رہا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ دونوں بہنیں کم عمری میں الگ ہوگئیں، جیسے ہی دونوں ابتدائی جماعت میں گئیں اس کے فوراً بعد ایک بہن نے جزیرے کو خیرباد کردیا اور اپنے ماموں کے پاس چلی گئیں۔ ایک بہن نے جزیرے پر ہی شادی کی جبکہ دوسری نے باہر کے فرد کو شریک حیات بنایا۔ دونوں بہنوں نے دو جنگ عظیم دیکھیں۔ یومینو کو جنگ عظیم دوم میں اپنا گھر چھوڑنا پڑا۔ اب بھی دونوں ایک دوسرے سے ۳۰۰ کلومیٹر دور رہتی ہیں۔ کبھی کبھار ان کی ملاقات شادیوں اور جنازوں پر ہوجاتی ہے۔

ماضی کے جھروکے سے

تاریخ آزادی کا ایک ورق

تحریک آزادی اور فکری انقلاب کے داعی

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

ملک اور عوام کی زبوں حالی نے آپ کو ذہنی وروحانی اضطراب میں مبتلا کردیا۔ اسی حالت میں سنہ 1728 میں آپ حجاز مقدس تشریف لے گئے۔ آپ نے دو سال وہاں رہ کر حج وعمرہ کے لیے یورپ اور ایشیا سے آنے والے زائرین کے ذریعے ان ملکوں سے متعلق پوری واقفیت حاصل کی۔ ترکی کی اسلامی حکومت کو اگرچہ سماجی خرابیوں کا گھن لگ چکا تھا مگر پھر بھی وہ اس زمانہ میں ایشیا کی سب سے بڑی اسلامی حکومت تھی۔ تمام مشرق وسطیٰ پر اس کے اقتدار کا پرچم لہرا رہا تھا، بحر عرب میں عدن تک ترکی کا قبضہ تھا، یورپ اور افریقہ کے بھی بہت سے حصے اس کے اختیار میں تھے۔ شاہ صاحب نے اس سب سے بڑی اسلامی حکومت کے اندرونی حالات کا گہری نظر سے مطالعہ کیا۔ نامور مورخ، فقیہ اور محدث حضرت مولانا سید محمد میاںؒ اپنی شہرہ آفاق کتاب 'علماء ہند کا شاندار ماضی' میں لکھتے ہیں:

''اسلامی ممالک کا جائزہ لینے کے بعد آپ کے گہرے غور وخوض اور اعلیٰ تدبر نے فیصلہ کیا کہ جو کچھ سماجی معاشی یا اقتصادی تباہی اس وقت موجود ہے اس کا اصل سبب ملوکیت اور شہنشاہیت ہے۔ اپنے سفر حجاز میں آپ کے ضمیر کی آواز نے یہ فیصلہ بھی سنا دیا کہ ان تباہیوں اور بربادیوں کا واحد علاج 'فک کل' نظام ہے یعنی ایسا ہمہ گیر اور مکمل انقلاب جو سماج کے معاشی، سیاسی، اقتصادی غرض کہ ہر ایک ڈھانچے کو بدل ڈالے کیونکہ اس وقت کا ہر ایک نظام خواہ اس کا تعلق کسی بھی شعبہ سے ہو، شہنشاہیت کا پروردہ ہے اور وہ امراض جو شہنشاہیت کے ساتھ لازم ہوتے ہیں ہر شعبہ حیات میں سرایت کرچکے ہیں، پس کوئی اصلاح اس کے بغیر ممکن نہیں کہ ہر نظام کہنہ کو منہدم کر کے اس کی جگہ نظام نو تعمیر کیا جائے۔''

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی کو صرف ہندوستان ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں عوامی انقلاب اور قوموں کی آزادی کا اولین رہنما کہا جاسکتا ہے۔ کیونکہ حضرت نے اس زمانہ میں اسلامی جہاد کی حقیقی روح کے ساتھ انقلابِ نو کا عملی اور فکری نمونہ دنیا کے سامنے پیش کیا جب انقلاب فرانس (1789) کو رونما ہونے میں 50 سال باقی تھے جسے تاریخ عالم میں اولین عوامی انقلاب کی حیثیت حاصل ہے۔ شاہ صاحب نے ہندوستان کی سرزمین میں اقتصادیات اور سیاسیات کے وہ اصول مرتب فرمائے جو آج بھی اقوام عالم کے لیے نشانِ راہ ہیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کارل مارکس اور اینجل کو پیدا ہونے میں پوری ایک صدی باقی تھی۔

ہندوستان کو بجا طور پر فخر ہے کہ شاہ صاحب نے اپنی مشہور عالم کتاب حجۃ اللہ البالغہ، اس دور میں تصنیف فرمائی جب اقوام عالم ان تعمیری

تعاون باہمی کا سب سے بڑا ذریعہ تجارت ہے لہٰذا اس کو تعاون کے اصول پر ہی جاری رہنا چاہیے۔ جس طرح تاجروں کیلئے جائز نہیں کہ وہ بلیک مارکیٹ یا غلط قسم کی مسابقت سے روح تعاون کو نقصان پہنچائیں، ایسے ہی حکومت کیلئے یہ درست نہیں کہ بھاری ٹیکس لگا کر تجارت کے فروغ وترقی میں رکاوٹ پیدا کرے۔

واصلاحی نظریات سے آگاہ نہیں تھیں۔ بلاشبہ یہ انقلابی نظریات اسلامی اور قرآنی تعلیمات کی روشنی میں اپنے عہد کی اس تاریخ ساز شخصیت نے مرتب کیے:

(1) دولت کی اصل بنیاد محنت ہے، مزدور کا شتکار قوت کا سبہ ہیں، باہمی تعاون شہریت کی روح رواں ہے۔ جب تک کوئی شخص ملک اور قوم کے لیے کوئی کام نہ کرے ملک کی دولت میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔

(2) جوا، سٹہ اور عیاشی کے اڈے ختم کیے جائیں جن کی موجودگی میں تقسیم دولت کا صحیح نظام قائم نہیں ہوسکتا اور بجائے اس کے کہ قوم اور ملک کی دولت میں اضافہ ہو، وہ دولت بہت سی جیبوں سے نکل ایک طرف سمٹ آتی ہے۔

(3) مزدور اور کاشتکار اور جو لوگ ملک اور قوم کے لیے دماغی کام کریں دولت کے اصل مستحق ہیں۔ ان کی ترقی اور خوشحالی ملک اور قوم کی خوشحالی ہے۔ جو نظام ان قوتوں کو دبائے وہ ملک کے لیے خطرہ ہے، اس کو ختم کیا جانا چاہیے۔

(4) جو سماج محنت کی صحیح قیمت ادا نہ کرے، مزدروں اور کسانوں پر بھاری ٹیکس لگائے قوم کا دشمن ہے۔ اس کو ختم ہونا چاہیے۔

(5) ضرورت مند مزدور کی رضا مندی قابل اعتبار نہیں، جب تک کہ اس کی محنت کی صحیح قیمت ادا نہ کی جائے جو امداد باہمی کے اصول پر لازم ہوتی ہے۔

(6) جو پیداوار یا آمدنی تعاون باہمی کے اصول پر نہ ہو وہ خلاف قانون ہے۔

(7) کام کے اوقات مقرر کیے جائیں، مزدروں کو اتنا وقت ضرور ملنا چاہیے کہ وہ اپنی روحانی واخلاقی اصلاح کرسکیں اور ان کے اندر مستقبل کے متعلق غور وفکر کی صلاحیت پیدا ہوسکے۔

(8) تعاون باہمی کا سب سے بڑا ذریعہ تجارت ہے، لہٰذا اس کو تعاون کے اصول پر ہی جاری رہنا چاہیے۔ جس طرح تاجروں کے لیے جائز نہیں کہ وہ بلیک مارکیٹ یا غلط قسم کی مسابقت سے روح تعاون کو نقصان پہنچائیں، ایسے ہی حکومت کے لیے یہ درست نہیں کہ بھاری ٹیکس لگا کر تجارت کے فروغ وترقی میں رکاوٹ پیدا کرے یا رخنہ ڈالے۔

(9) وہ کاروبار جو دولت کی گردش کو کسی خاص طبقہ میں منحصر کردے ملک کے لیے تباہ کن ہے۔

(10) وہ شاہانہ نظام زندگی جس میں چند اشخاص یا چند خاندانوں کی عیش وعشرت کے سبب سے دولت کی صحیح تقسیم میں خلل واقع ہو، اس کا مستحق ہے کہ اس کو جلد از جلد ختم کر کے عوام کی مصیبت ختم کی جائے اور ان کی مساویانہ نظام زندگی کا موقع دیا جائے۔ (جاری)

آپ ﷺ کی حفاظت کا خدائی نظام

ایک مرتبہ ابوجہل مکہ کے سرداروں کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ تم دیکھتے نہیں ہو محمد کیا کررہے ہیں، بتوں کو لات وعزیٰ وغیرہ کو ترک کر کے اللہ کے سامنے سجدہ کررہے ہیں، انھوں نے ہماری بڑی توہین کی ہے، جن بتوں کو ہمارے آباء واجداد پوجتے آرہے ہیں، سجدہ کرتے چلے آرہے ہیں، محمد ان کو چھوڑ کر کہیں اور سجدہ کررہے ہیں۔ مکہ کے سرداروں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اُبھارنے لگا اور کہنے لگا میں نے عزم کیا ہے کہ اگر محمد کو سجدہ کرتے دیکھا تو ان کا سر کچل دوں گا (نعوذ باللہ) یہ گستاخانہ کلمہ اس نے اپنی زبان سے نکالا، چنانچہ اس نے ایک مرتبہ پیغمبر کو سجدہ کی حالت میں پایا۔ آپ اللہ کی بارگاہ میں راز ونیاز میں مشغول تھے، اس نے اپنے ناپاک ارادہ کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کی، ابھی پیغمبر سے کچھ فاصلہ پر تھا کہ لوگوں نے دیکھا کہ اس کے قدم پیچھے ہٹ رہے ہیں اور اپنے ہاتھوں کو اس طرح کررہا ہے جیسے کہ کسی سے اپنے آپ کو بچا رہا ہو۔ ظاہری طور پر کوئی چیز دکھائی نہیں دے رہی تھی، لوگوں کو حیرت ہوئی کہ اس کو یہ کیا ہوگیا ہے، لوگوں نے آکر اس کو گھیر لیا اور پوچھا کہ یہ کیا ہورہا ہے، اس نے کہا کہ میں نہیں بتا سکتا کہ کیا کیا مناظر میرے سامنے آئے، میں نے جب پیغمبر کے ساتھ گستاخی کا ارادہ کیا تو میرے اور محمدؐ کے درمیان ایک گہری خندق کھدی ہوئی دکھائی دے رہی تھی، اس کے پیچھے بڑے زور آور اور طاقتور لوگ دکھائی دیئے، اور ایسا محسوس ہوا کہ اگر میں ان کے پاس پہنچ گیا تو یہ میری بوٹی بوٹی کرڈالیں گے، نتیجہ یہ ہوا کہ مجھے اُلٹے پاؤں آنا پڑا۔

ریاستہائے متحدہ امریکہ کا نظام حکومت (۲۱)

نائب صدر (Vice President): دستور میں صدر کے ساتھ ساتھ نائب صدر (Vice President) کا عہدہ بھی رکھا گیا ہے۔ اس کا انتخاب بھی صدر کے انتخاب کے ساتھ ہی اسی طریقے سے عمل میں آتا ہے۔ صدارتی انتخاب کنندگان ووٹ دیتے ہیں ایک صدر کو اور دوسرا نائب صدر کو۔ نائب صدر کے لیے اسی امیدوار کو کامیاب قرار دیا جائے گا جسے ووٹوں کی مطلق اکثریت (Absolute Majority) حاصل ہو۔ اگر کوئی بھی امیدوار اکثریت حاصل نہ کرسکے تو پھر سینیٹ کو اس کا حق حاصل ہے کہ سب سے زیادہ ووٹ پانے والے امیدواروں میں سے کسی ایک کا انتخاب کرے۔ نائب صدر کے عہدے کے لیے انھیں شرطوں کا ہونا ضروری ہے کہ جو صدارت کے عہدے کے لیے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ صدر اور نائب صدر ایک ہی ریاست کے نہ ہوں۔ ۱۹۲۰ء میں دستور میں ۲۵ویں ترمیم کی رو سے اب صدر کو اس کا حق حاصل ہے کہ اگر دورانِ مدت میں نائب صدر کا عہدہ اس کے استعفیٰ یا موت کی وجہ سے خالی ہوجائے تو باقی ماندہ مدت کے لیے وہ نئے نائب صدر کو کانگریس کی منظوری سے مقرر کرے۔

فرائض: ریاستہائے متحدہ کا نائب صدر اپنے عہدے کی حیثیت یا لحاظ سے امریکن سینیٹ کا صدر ہوتا ہے۔ جب سینیٹ کے جلسوں میں کسی مسئلے کا فیصلہ برابر برابر ووٹ ہونے کی صورت میں نہ ہو رہا ہو تو اسے کاسٹنگ ووٹ دینے کا حق حاصل ہے۔ اگر ریاستہائے متحدہ کا صدر مرجائے یا اس پر مقدمہ چلا کر اسے اس کے عہدہ سے ہٹا دیا جائے تو نائب صدر، صدر کی جگہ سنبھال لیتا ہے اور اس عہدے کی باقی ماندہ میعاد بحیثیت صدر کے پوری کرتا ہے۔ چنانچہ صدر روزولٹ کی وفات کے بعد نائب صدر ٹرومین نے صدارت کا عہدہ سنبھالا۔ کبھی کبھی صدر نائب صدر کو بھی اپنی کابینہ میں شامل کرلیتے ہیں۔ مثلاً صدر روزولٹ نے نائب صدر ہنری ویلس (Henry Wallace) کو اپنی کابینہ میں شامل کیا۔ کبھی کبھی صدر اہم امور نائب صدر کے سپرد کرتا ہے۔ مثلاً ریاستہائے متحدہ امریکہ کے صدر آئزن ہاور (Eisen Hower) نے نائب صدر نکسن کو پاکستان، ہندستان اور مشرق وسطیٰ (Middle East) کے دوسرے ملکوں کے دورے پر بھیجا۔ اس طرح سے نائب صدر کو اس کی ٹریننگ دی جاتی ہے کہ وہ اہم سیاسی امور کا تجربہ حاصل کرے۔ بحیثیت مجموعی نائب صدر ایک کمزور بے اختیار، غیر اہم اور بے اثر عہدہ ہے اور اسے کوئی خاص اہمیت حاصل نہیں۔

گاھے گاھے باز خواں......

ہفت روزہ الجمعیۃ ۱۶ سال پہلے

ماضی کے جھروکوں سے حال پر روشنی ڈالتے ہوئے مستقبل کا اشاریہ!

ہفت روزہ **الجمعیۃ** نئی دہلی

۲۰؍تا ۲۶؍جنوری ۲۰۰۶ء

وشو ہندو پریشد کی دھرم سنسد کا ایک بار پھر ہندوؤں کو آبادی بڑھانے کا مشورہ

وشو ہندو پریشد نے ۲۰۰۵ء کے آخر میں ایک دھرم سنسد کا انعقاد کیا تھا جس میں اس نے ہندوؤں کو مشورہ دیا تھا کہ وہ اپنی آبادی بڑھائیں، اس پر ہفت روزہ الجمعیۃ کے مدیر تحریر ایم ایس جامعی نے ایک اداریہ تحریر کیا تھا جو حسب ذیل ہے۔

ابھی حال ہی میں ایک بار پھر وشو ہندو پریشد نے ہری دوار میں منعقدہ اپنی دھرم سنسد میں ہندوؤں کو مشورہ دیا ہے کہ وہ اپنی آبادی میں اضافہ کریں۔ وجہ وہی پرانا مفروضہ ہے کہ دوسرے مذاہب بالخصوص مسلمانوں کی آبادی میں برابر اضافہ ہو رہا ہے اور اس طرح ہندو کچھ سالوں بعد اقلیت میں آجائیں گے۔

وشو ہندو پریشد کی یہ تشویش کافی پرانی ہے کہ ہندوؤں کی آبادی میں اضافہ کے مقابلہ میں اقلیتوں خاص طور سے مسلمانوں کی آبادی میں اضافہ کی رفتار تیز ہے۔ اسی تشویش کے پیش نظر پریشد نے ہندوؤں کو شرح پیدائش میں اضافہ کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ ہری دوار میں منعقدہ پریشد کی دھرم سنسد نے ہندو ووٹ بینک قائم کرنے سے متعلق ایک قرارداد پاس کر کے بی جے پی کو وارننگ دی ہے اگر اس نے ہندو ایجنڈا کو تسلیم نہیں کیا تو نئی ہندو نواز سیاسی پارٹی کی تشکیل کی جاسکتی ہے۔ دو دن تک جاری رہنے والی اس دھرم سنسد میں پاس کی گئی سات قراردادوں میں سے ایک قرارداد میں کہا گیا ہے کہ مسلمانوں کی آبادی بڑھ کر ملک کی آبادی کے تیرہ فیصد ہوگئی ہے، ۲۰۰۱ء کی مردم شماری کے اعداد وشمار چونکانے والے ہیں، جموں وکشمیر میں کچھ ہی ہندو خاندان بچے ہیں، اتر پردیش اور اترانچل کے کئی علاقوں میں سنی مسلمانوں کی آبادی میں اضافہ ہوا ہے۔ بنگال، تریپورہ، میگھالیہ، آسام اور بہار میں نیپال کی سرحد سے متصل اضلاع میں مسلم آبادی میں تقریباً پچاس فیصد اضافہ ہوگیا ہے۔ قرارداد میں مزید کہا گیا ہے کہ تقریباً تین کروڑ بنگلہ دیشی مسلمان ہندوستان میں گھس آئے ہیں اور تبدیلی مذہب کا سلسلہ تیزی کے ساتھ جاری ہے جبکہ ہندوؤں کی شرح پیدائش مسلمانوں کے مقابلہ میں کافی کم ہے۔ پریشد کی دھرم سنسد نے ہندو سماج کو مشورہ دیا ہے کہ وہ دو سے زیادہ بچے پیدا کریں، ہندو لڑکیوں کی مسلمانوں کے ساتھ جبری شادی نہ ہونے دیں، حکومت سپریم کورٹ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے یکساں سول کوڈ نافذ کرے اور بنگلہ دیشی دراندازوں کو ملک سے باہر نکالے، قرارداد میں کہا گیا ہے کہ مسلم ووٹ بینک کے لالچ میں سبھی پارٹیاں ہندوؤں کے مفادات کو نظر انداز کررہی ہیں۔ وشو ہندو پریشد کی دھرم سنسد نے ان حالات کے پیش نظر تیرہ نکاتی ''ہندو چارٹر آف ڈیمانڈ'' کا اعلان کیا ہے جس میں دفعہ ۳۷۰، یکساں سول کوڈ، اجودھیا کاشی اور متھرا میں مندر کی تعمیر، گاؤکشی پر پابندی اور تبدیلی مذہب پر روک لگانے جیسے موضوعات شامل ہیں۔

وشو ہندو پریشد کی دھرم سنسد نے اقلیتوں اور ان کی آبادی میں اضافہ کے تعلق سے جو کچھ کہا ہے اگر وہ سچ ہے تو ایک ایسی تنظیم جس کا نصب العین ہی ملک کو ہندو راشٹر بنانا اور اس کے لیے جدوجہد کرنا ہے، کی تشویش کو حیرتناک نہیں کہا جاسکتا لیکن تشویش کے لیے جن مفروضات کو بنیاد بنایا گیا ہے آخر ان کا وجود کہاں ہے یہ شاید دھرم سنسد کو معلوم نہیں ہے اس لیے خود ۲۰۰۱ء کی مردم شماری سے ہی یہ بات سامنے آئی ہے کہ مسلمانوں کی آبادی میں اضافہ کی شرح پہلے کے مقابلہ میں کم ہوئی ہے۔ یہ اندازہ بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ ایک دو دہائیوں میں ہندوؤں اور مسلمانوں کی آبادی میں اضافہ کی شرح برابر ہوجائے گی۔ اگر دھرم سنسد کی ہی اس بات سے اتفاق کرلیا جائے کہ مسلمانوں کی آبادی تیرہ فیصد تک پہنچ گئی ہے تو سوال کیا جاسکتا ہے کہ اکثریتی طبقہ کی ۸۰ فیصد آبادی کے لیے تیرہ فیصد پر مشتمل اقلیت کس طرح خطرہ بن سکتی ہے۔ پریشد کو تبدیلیٔ مذہب کا خوف ہمیشہ ستاتا رہتا ہے لیکن اس پر غور کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی کہ ایسا کرنے والے کون لوگ ہوتے ہیں اور کیوں مذہب تبدیل کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ مذہب تبدیل کرنے والوں کا زیادہ تر تعلق ان لوگوں سے ہوتا ہے جن کو ہندو سماج میں انسانی حقوق دینا بھی گوارا نہیں کیا جاتا۔

پریشد کی اصل تشویش یہ ہے کہ ملک کو ہندو راشٹر بنانے کا اس کا خواب پورا ہوتا نظر نہیں آتا۔ اس کے لیے بی جے پی کو آگے بڑھایا گیا تھا۔ لیکن اقتدار حاصل کرنے کی ہوس میں غیر ہندوتو طاقتوں کا تعاون حاصل کرنے کے لیے اس کو اجودھیا، کاشی، متھرا، دفعہ ۳۷۰ اور یکساں سول کوڈ جیسے ہندو ایجنڈہ کے بنیادی موضوعات کو پس پشت ڈالنا پڑا۔ اور اب جبکہ بی جے پی تیزی کے ساتھ روبہ زوال ہے دوسری ہندوتو نواز پارٹی تشکیل دینے کی دھمکی دی جارہی ہے دھرم سنسد نے اکثریتی طبقہ کو زیادہ بچے پیدا کرنے کا مشورہ دیا ہے اس پر کسی کو اعتراض تو نہیں ہوسکتا لیکن جو لوگ زیادہ بچوں کی پیدائش کو غربت وتنگ دستی کو دعوت دیئے جانے کے پس منظر میں دیکھتے ہیں کیا وہ دھرم سنسد کے اس مشورہ پر عمل کرنے کے لیے آمادہ ہوں گے؟ بہتر یہ ہوگا کہ وشو ہندو پریشد اور اس کی ہم خیال تنظیمیں منفی سوچ کو ترک کر کے اپنے اندر مثبت تبدیلی لائیں جو ہندستانی سماج اور خود اس سماج کے حق میں بھی ہوگی جس کے مفادات کی علمبردار ہونے کی وہ دعویدار ہیں۔

جہاں تک تعلق تبدیلیٔ مذہب کا ہے۔ ہندستان میں کوئی بھی شخص اگر اپنا دھرم تبدیل کرتا ہے تو اس کے پس پشت کچھ عوامل ضرور ہوتے ہیں۔ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ ہندوؤں میں سے جو لوگ اپنا مذہب بدل کر مسلمان یا عیسائی اور بدھ مذہب اختیار کرتے ہیں وہ وہی لوگ ہوتے ہیں جنھیں ہندو سماج ٹھکرا دیتا ہے اور انھیں اس قابل بھی نہیں سمجھا جاتا کہ ان کو انسان کہا جاسکے اب تک کا تجربہ تو یہ ہی بتا رہا ہے کہ تبدیلیٔ مذہب کرنے والے وہی لوگ ہیں جو ہندو سماج کے ظلم وستم کا شکار بنتے رہے ہیں۔ ایسے لوگ اپنی حفاظت یا عزتِ نفس کی خاطر اپنا مذہب بدل لیتے ہیں جہاں انھیں بطور انسان برابری کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔

فرقہ پرست طاقتیں تبدیلیٔ مذہب کو لالچ اور زور زبردستی سے بھی جوڑنے کی کوشش کیا کرتی ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ کسی بھی مذہب میں زور زبردستی اور لالچ کو روا نہیں رکھا گیا ہے۔ جہاں تک اسلام میں داخل ہونے کا تعلق ہے تو اس نے تو پہلے ہی داخل ہونے والے کے لیے انشراحِ صدر کی شرط رکھی ہے اور یہ تاکید کی ہے کہ جو شخص بھی اسلام قبول کرے خوب سوچ سمجھ کر اور شعوری طور پر اسلام میں داخل ہو۔ ظاہر ہے یہ سب بلا کسی لالچ اور زور زبردستی کے ہی ممکن ہوسکتا ہے۔ اس لیے ہندستان کے فرقہ پرستوں کو دوسرے مذاہب کو مطعون کرنے کی بجائے خود اپنے سماج کی اصلاح کی طرف توجہ دینی چاہیے۔

عالمِ اسلام

داخلی پروازوں کی مہنگی ٹکٹوں کا مسئلہ حل کیا جائے: مجلس شوریٰ

سعودی مجلس شوریٰ نے محکمہ شہری ہوابازی سے اندرون ملک پروازوں کے مہنگے ٹکٹوں کا مسئلہ حل کرنے کو کہا ہے۔مجلس شوریٰ میں یہ مطالبہ مالیاتی سال کی رپورٹ پر بحث کے دوران کیا گیا ہے۔عاجل ویب سائٹ کے مطابق مجلس شوریٰ نے محکمہ شہری ہوابازی سے کہا ہے کہ وہ سرمایہ کاروں کے لیے پرکشش مسابقت کا ماحول فراہم کرے اور نجکاری کا اہتمام کرے۔مجلس شوری نے محکمہ شہری ہوابازی سے کہا کہ وہ تعطل کے شکار ایئر پورٹس کے منصوبے مکمل کرے۔اس سلسلے میں سعودی وژن ۲۰۳۰ء کے تقاضے اور شہری ہوابازی کی قومی حکمت عملی نافذ کرے۔شوریٰ نے جدہ کے کنگ عبدالعزیز انٹرنیشنل ایئر پورٹ اور دیگر ایئر پورٹس پر مسافروں کو درپیش مسائل کے حل کی بھی ہدایت کی ہے۔

امارات کا ریٹائرڈ غیر ملکیوں کے لیے نئے ویزے کا اعلان

متحدہ عرب امارات نے ملک میں رہائش پذیر ریٹائرڈ غیر ملکیوں کے نیا ویزا جاری کرنے کا اعلان کیا ہے۔عرب نیوز کے مطابق یہ اعلان ۹؍نومبر کو ہونے والے کابینہ کے اجلاس میں کیا گیا۔ یو اے ای کے وزیر اعظم شیخ محمد بن راشد آل مکتوم نے ٹوئٹر پر یہ اعلان کرتے ہوئے لکھا کہ آج ہم نے ریٹائرڈ غیر ملکیوں کو رہائش کا ویزا دینے کے لیے شرائط کی منظوری دی ہے۔اس سے ریٹائرڈ افراد کو امارات میں رہنے کی اجازت ملے گی۔ہم اپنے ملک میں سب کو خوش آمدید کہتے ہیں۔اس سے قبل متحدہ عرب امارات کی جانب سے ستمبر میں 'گرین' اور 'فری لانس' ویزے دینے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔گرین ویزے کے حامل افراد اپنے ۲۵ برس سے کم عمر کے بیٹوں کو اسپانسر کرسکتے ہیں، جبکہ فری لانس ویزے کے ذریعے کاروباری افراد کو ریزیڈنسی ملتی ہے۔

ابوظبی میں غیر مسلم تارکین کے لیے نئے عائلی قوانین منظور

امارات حکومت نے ابوظبی میں مقیم غیر مسلم تارکین کے لیے خصوصی عائلی قوانین متعارف کرائے ہیں۔شیخ خلیفہ بن زاید آل نہیان نے نئے قانون کی منظوری دے دی ہے۔یہ قانون غیر مسلموں پر لاگو ہوگا جس میں عالمی قانونی شقوں پر عمل کیا جائے گا۔مذکورہ قانون نافذ کرنے کا مقصد ریاست میں مقیم غیر مسلموں کے حالات سے ہم آہنگی اور ملک میں قیام کے دوران ان کے عائلی نزاعات کو سلجھانا ہے۔ابوظبی عدلیہ کے سکریٹری اور قانونی مشیر یوسف سعید العبری نے کہا ہے کہ ریاست ابوظبی میں مقیم غیر مسلموں کے لیے نافذ ہونے والا عائلی قانون اپنی نوعیت کا منفرد تجربہ ہے۔ مذکورہ قانون پر منظوری حاصل کرنے سے پہلے اسے دنیا میں رائج قوانین کے مطابق ڈھالنے کے بعد انتہائی غور فکر کے بعد تیار کیا گیا ہے۔انہوں نے کہا ہے کہ غیر مسلموں کے لیے عائلی قوانین کے لیے عدلیہ کے تحت الگ یونٹ قائم کیا گیا ہے جہاں عدالتی کارروائی عربی اور انگریزی زبان میں ہوگی۔ نئے عائلی قوانین میں ۲۰ سے زیادہ دفعات شامل کی ہیں جو نجی زندگی کے ہر پہلو کا احاطہ کرتے ہیں۔غیر مسلموں کے لیے نافذ کئے جانے والے قانون کی ایک شق شادی بیاہ اور طلاق کے قوانین پر مشتمل ہے۔اس کی دوسری شق زوجین کے حقوق و واجبات کے متعلق ہے جس میں طلاق کی صورت میں جائیداد کی تقسیم اور مالی معاملات ہیں۔

آندھرا پردیش میں اقلیتوں کے لئے سب پلان ایک اچھی مثال

تحریر: سرفراز احمد قاسمی، حیدر آباد

ملک میں اس وقت مسلمانوں کے علاوہ دیگر اقلیتوں کی جو حالت ہے، اس سے ہر ذی شعور واقفیت رکھتا ہے اور آپ بھی بخوبی واقف ہیں، جس کا تفصیلی تذکرہ رنگاناتھ مشرا کمیشن، سچر کمیٹی وغیرہ کی رپورٹ میں موجود ہے۔ آزادی کے بعد سے مسلسل یہاں کی اقلیتوں بالخصوص مسلمانوں کو ایک منظّم پلان کے تحت محروم رکھا گیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بھارت کی سب سے بڑی اقلیت انتہائی پسماندگی کا شکار ہوگئی اور دن بہ دن ان کی حالت ناگفتہ بہ ہوتی جارہی ہے، ملک میں کانگریس سے لیکر اب تک جتنی پارٹیوں نے اقتدار کا مزہ چکھا، ساری پارٹیوں نے مسلمانوں سے دھوکہ کیا، کسی نے بھی ایمانداری کا ثبوت نہیں دیا، ان سے ووٹ تو لیا لیکن ان کی فلاح و بہبود اور پسماندگی کو دور کرنے کے لیے کوئی قابل ذکر قدم نہیں اٹھایا گیا، جب جب مسلمانوں کے حقوق کی آواز بلند ہوئی، حکومت نے مسلمانوں کے غصے کو ٹھنڈا کرنے کے لیے ایک کمیشن بنائی، کمیٹی تشکیل دی لیکن جب اسی کمیٹی نے حقائق کا اظہار کرتے ہوئے حکومت کو رپورٹ پیش کی تو بجائے اس پر عمل آوری کے اس رپورٹ کو ٹھنڈے بستے اور کچرے دان میں ڈال دیا گیا، سچر کمیٹی، رنگاناتھ مشرا کمیشن اور اس جیسی دیگر کمیٹیاں اس بات کی گواہ ہیں کہ اگر حکومت سنجیدگی کے ساتھ ہر طبقے کے لوگوں کے ساتھ انصاف کرتی، مساوی ترقیات کے لیے کام کرتی تو آج بھارت کا نقشہ ہی کچھ اور ہوتا، لیکن اکثر حکومتوں نے صرف زبانی جمع خرچ سے کام لیا، اپنے اپنے مفاد کے لیے مسلمانوں کا ووٹ حاصل کیا اور پھر مسلمان ہی کو چارے کے طور پر استعمال کیا، حکومت اگر سنجیدہ ہوتی تو آج اتنی بری حالت مسلمانوں کی نہ ہوتی، اب تو یہ ساری سیاسی پارٹیوں کا معمول بن گیا ہے کہ ''وعدہ کرو اور بھول جاؤ'' اس صف میں چھوٹی بڑی تقریباً تمام پارٹیاں شامل ہیں، لیکن کچھ پارٹیاں اب بھی ملک میں ایسی ہیں جو لوگوں سے کئے گئے اپنے وعدے کو عملی جامہ پہنانے میں مصروف ہیں اور حصول اقتدار کے بعد وہ اس پر سنجیدگی سے غور بھی کرتی ہیں، ۲۰۱۴ء کے بعد سے ہندوستان کی سیاست نے ایک نیا رخ اپنالیا ہے، شدت پسندی، نفرت و تعصب، عدم مساوات کی بڑھتی خلیج اور ایک خاص طبقے کو ٹارگیٹ کرنے کا سلسلہ شروع کیا گیا جواب بھی عروج پر ہے، ہوا، ۲۰۱۴ء ہی میں جنوبی ہند کی ایک اہم ریاست آندھرا پردیش کی تقسیم عمل میں آئی، اور تلنگانہ اسٹیٹ کی شکل میں ملک کی ۲۹ ویں ریاست کا وجود ہوا، دونوں تیلگو ریاستوں میں علاقائی پارٹیاں برسر اقتدار ہیں، تلنگانہ میں ٹی آر ایس اور آندھرا پردیش میں وائی ایس آر کانگریس پارٹی کی حکومت ہے، ان دونوں ریاستوں میں مسلمانوں کی اچھی خاصی تعداد آباد ہے، تلنگانہ میں ۱۲ فیصد اور آندھرا پردیش میں تقریباً ۱۰ فیصد مسلم آبادی ہے، آندھرا پردیش کے چیف منسٹر وائی ایس جگن موہن ریڈی ہیں، جو متحدہ ریاست کے چیف منسٹر ڈاکٹر راج شیکھر ریڈی کے صاحبزادے ہیں، راج شیکھر ریڈی کا شمار، ریاست کے مقبول ترین چیف منسٹروں میں ہوتا ہے، انھوں نے ہر طبقہ کی فلاح و بہبود کے لیے یکساں کام کیا، فرقہ وارانہ ہم آہنگی اور ہندو مسلم اتحاد کی برقراری اور اس کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا، یہی وجہ ہے کہ ریاست میں آج بھی لوگوں کی زبان پر ان کا ذکر خیر کثرت سے ہوتا ہے، حیدر آباد کے کئی معمر لوگوں کے مطابق راج شیکھر ریڈی جیسا ہمدرد اور غریب پرور سی ایم، ہم لوگوں نے ریاست میں نہیں دیکھا، ۲۰۰۴ء میں جب وہ پہلی بار متحدہ ریاست کے چیف منسٹر بنے تو اس وقت انھوں نے ریاست کے مسلمانوں کی حالت دیکھتے ہوئے ریزرویشن دینے کا وعدہ کیا تھا جسے انھوں نے پورا کیا اور آج بھی تلنگانہ میں چار فیصد ریزرویشن جاری ہے جو انھی کا کارنامہ ہے۔ ۲۰۰۴ء سے ۲۰۰۹ء تک وہ ریاست کے حکمراں اور چیف منسٹر رہے، ۲۰۰۹ء میں ہی ایک ہیلی کاپٹر حادثے میں وہ جاں بحق ہوگئے تھے، ان کے انتقال کے بعد ریاست میں کانگریس پارٹی بری طرح خلفشار اور گروپ بندی کا شکار ہوگئی، اس کے بعد سے مزید کمزور ہوتی چلی گئی، پھر ایسا کوئی قائد ریاست میں پیدا نہیں ہوا جو کانگریس کی نیا پار لگا سکے، نتیجتاً ریاست میں کانگریس کو اقتدار گنوانا پڑا اور پھر ریاست کی تقسیم بھی عمل میں آئی، راج شیکھر ریڈی ایک زمینی سطح کے سیاست داں تھے، ریاست میں کانگریس کو اقتدار تک لانے میں انھوں نے اہم کردار ادا کیا تھا، ریاست آندھرا پردیش میں انھی کے بیٹے جگن موہن ریڈی برسر اقتدار ہیں، جگن موہن ریڈی نے اپنا سیاسی سفر ۲۰۰۴ء میں شروع کیا، ۲۰۰۹ء میں وہ کانگریس کے ٹکٹ پر ضلع کڈپہ سے بحیثیت رکن پارلیمان منتخب ہوئے، ۳۰؍مئی ۲۰۱۹ء کو وہ آندھرا پردیش کے وزیر اعلیٰ بنے، اور ان کی پارٹی نے

> **ملک بھر میں تقریباً تمام سیاسی جماعتیں انتخابات سے قبل ساری عوام اور مسلمانوں سے خوش کن اور مخصوص وعدے تو کرتی ہیں اور اس کے ذریعے ووٹ حاصل کرلیا جاتا ہے لیکن جب ان وعدوں کو پورا کرنے کے لیے یاددہانی کروائی جاتی ہے اور انہیں توجہ دلائی جاتی ہے تو ایسے موقع پر یا تو ٹال مٹول سے کام لیا جاتا ہے یا پھر انہیں یکسر فراموش کردیا جاتا ہے، سیاسی پارٹیوں کا یہ رویہ افسوسناک ہے، انہیں یہ روش ترک کرنے کی ضرورت ہے، اور اپنے وعدوں کو عملی جامہ پہنانے کے لیے لائحہ عمل طے کرنا چاہئے۔**

اکثریت حاصل کی تھی، اسی درمیان انھوں نے اقلیتوں کے لیے سب پلان کا وعدہ کیا تھا، جسے انھوں نے اب پورا کردیا ہے، اخباری رپورٹ کے مطابق گذشتہ ہفتے آندھرا پردیش کی کابینہ نے سب پلان کی منظوری دے دی، وزیر اعلیٰ جگن موہن ریڈی نے اپنے کابینی اجلاس میں ایس سی، ایس ٹی، اور بی سی طبقہ کے طرز پر اقلیتوں کے لیے بھی سب پلان کو منظوری دیکر، ان کی ترقی کی راہیں ہموار کی ہیں، اس سب پلان کی منظوری کے بعد اب ریاست کی اقلیتوں کو تمام اسکیموں اور اور ترقیاتی منصوبوں میں آبادی کے اعتبار سے حصہ ملے گا، کابینہ میں منظور ذیلی منصوبے کے تحت ان تمام اسکیموں اور ترقیاتی کاموں میں، جن میں طبقہ واری اساس پر تقسیم کی گنجائش ہے، ان میں آبادی کے اعتبار سے ترقیاتی امور کے علاوہ بجٹ پر اقلیتوں کا حق ہوگا، عہدے داروں کے مطابق حکومت کی جانب سے اگر ایک لاکھ کروڑ، فلاح و بہبود کی اسکیموں کے لیے مختص کئے جاتے ہیں تو اقلیتی ذیلی منصوبے کے تحت اقلیتوں کے لیے زائد از دس ہزار کروڑ خرچ کیا جانا لازمی ہوجائے گا، حکومت کے اس فیصلے کے بعد اقلیتوں میں جشن کا ماحول پیدا ہوگیا اور آندھرا پردیش کی اقلیتوں بالخصوص مسلمانوں کی جانب سے حکومت سے اظہارِ تشکر کیا جارہا ہے، ذرائع کے مطابق کابینہ کے فیصلے سے ریاست کے مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی، اقلیتوں کے لیے مختص ذیلی منصوبے کو ۷ محکمہ جات میں قابل عمل بنانے کو منظوری دی گئی، کابینی ذرائع کے مطابق آندھرا پردیش میں محکمہ بہبود، محکمہ تعلیم، محکمہ بلدیاتی نظم ونسق، محکمہ عمارات و سڑک، محکمہ صحت کے علاوہ دیگر محکمہ جات میں اقلیتی ذیلی منصوبے کو قابل عمل بنایا جائے گا، وائی ایس آر کانگریس نے اپنے انتخابی منشور میں عوام سے وعدہ کیا تھا کہ اگر وائی ایس آر سی پی کو اقتدار حاصل ہوتا ہے تو وہ اقلیتوں کے لیے آبادی کے اعتبار سے سب پلان کو منظوری دے گی، اور ان کی مجموعی ترقی کے لیے اقدامات کئے جائیں گے، اقلیتوں کے لیے سب پلان کی تیاری سے قبل سچر کمیٹی، رنگاناتھ مشرا کمیشن میں اقلیتوں بالخصوص مسلمانوں کی صورتحال کا باریکی اور گہرائی سے جائزہ لیا گیا، اس کے علاوہ ذیلی منصوبے کی تخصیص کے لیے حکومت نے اقلیتوں کا سماجی اور معاشی سروے کرواتے ہوئے ان کی زمینی صورتحال کا جائزہ لیا اور اس کی بنیاد پر ہی اس بات کا فیصلہ کیا گیا کہ اقلیتوں کی مجموعی ترقی کے لیے انھیں خصوصی سب پلان منظور کیا جائے تاکہ حکومت سے مختص رقومات کو اقلیتوں پر بھی لازمی خرچ کیا جاسکے، بتایا جاتا ہے کہ حکومت آندھرا پردیش نے اس منصوبے کی تیاری کے لیے عہدے داروں کو ہدایت دی تھی اور ہدایات کے مطابق مختلف عہدے داروں نے مسلسل جائزہ لیتے ہوئے اسے تیار کیا ہے، اس منصوبہ کی تیاری میں سابق پرنسپل سکریٹری محکمہ اقلیتی بہبود ڈاکٹر محمد الیاس رضوی کا کلیدی کردار رہا، آندھرا پردیش میں اقلیتوں کے لیے ایس سی، ایس ٹی، اور بی سی طبقات کے طرز پر ذیلی منصوبہ کو کابینہ کی منظوری کے بعد اسے اسمبلی میں پیش کرکے قانونی شکل دی جائے گی، حکمراں پارٹی کو یقین ہے کہ اس منصوبہ کی تخصیص کے سلسلے میں اپوزیشن کی جانب سے بھی کوئی مخالفت نہیں کی جائے گی اور نہ اس میں قانونی رکاوٹ پیدا ہوگی، ذیلی منصوبہ کی کابینہ میں منظوری کے بعد ریاست کے سرکردہ اقلیتی قائدین بالخصوص مسلمانوں نے کہا کہ چیف منسٹر جگن موہن ریڈی نے اپنے والد ڈاکٹر راج شیکھر ریڈی کی یاد تازہ کردی، جنھوں نے متحدہ آندھرا پردیش میں اقتدار ملنے کے بعد اپنا وعدہ پورا کرکے مسلمانوں کو چار فیصد تحفظات فراہم کرنے کی راہ ہموار کی تھی، عہدے داروں نے بتایا کہ حکومت کی جانب سے اقلیتوں کی معاشی وسماجی حالت کو نظر میں رکھتے ہوئے ان کے لئے ذیلی منصوبہ کی منظوری آئین کے دائرہ میں ہے، حکومت کا یہ فیصلہ ریاست کے تمام طبقات کی مساوی ترقی کو یقینی بنانے کی سمت اہم پیش رفت ہے۔

یہ ملک سب کا ہے اور مساوی ترقیات کے ذریعے ہی ملک مضبوط ہوسکتا ہے، کسی ایک طبقے کو نظرانداز کرکے، اس کے حقوق غصب کرکے، نفرت وتعصب کے ذریعے نہ ملک محفوظ رہ سکتا ہے اور نہ ہی اس کی ترقی کا خواب دیکھا جاسکتا ہے، ملک بھر میں تقریباً تمام سیاسی جماعتیں انتخابات سے قبل ساری عوام اور مسلمانوں سے خوش کن اور مخصوص وعدے تو کرتی ہیں اور اس کے ذریعے ووٹ حاصل کرلیا جاتا ہے لیکن جب ان وعدوں کو پورا کرنے کے لیے یاددہانی کروائی جاتی ہے اور انھیں توجہ دلائی جاتی ہے تو ایسے موقع پر یا تو ٹال مٹول سے کام لیا جاتا ہے یا پھر انھیں یکسر فراموش کردیا جاتا ہے، سیاسی پارٹیوں کا یہ رویہ افسوسناک ہے، انھیں یہ روش ترک کرنے کی ضرورت ہے، اور اپنے وعدوں کو عملی جامہ پہنانے کے لیے لائحہ عمل طے کرنے اور اس کو یقینی بنانا چاہئے، ورنہ عوام کو ایسی تمام پارٹیوں کو سبق سکھانے کے لیے تیار رہنا چاہئے، جو پارٹیاں بیشمار وعدے کرتی ہیں، ہتھیلی میں جنت دکھاتی ہے، اقلیتوں سے انصاف کرنے کا تیقن دیتی ہے، لیکن جیت حاصل کرنے اور اقتدار ملنے کے بعد یہ وعدے غائب ہوجاتے ہیں، ایسوں کو سبق سکھانے ضرورت ہے۔

جگن موہن ریڈی نے اپنے اس اقدام کے ذریعے سیاسی حوصلے اور عزم کا مظاہرہ کیا ہے، جو بہر حال خوش آئند ہے اور دوسری پارٹیوں کے لیے ایک مثال بھی، وعدوں کی تکمیل کے لیے چیف منسٹر آندھرا پردیش نے ایک سنجیدہ کوشش کا آغاز کیا ہے اور ایک اچھی پیش رفت کرتے ہوئے دوسری ریاستوں کے لیے مثال قائم کی ہے، خود ہماری ریاست، تلنگانہ میں کے سی آر نے مسلمانوں سے درجنوں وعدے کئے لیکن سات سال گذر جانے کے بعد اب تک ان وعدوں کو پورا نہیں کیا گیا جس سے لوگوں میں بے چینی بڑھ رہی ہے، جس کا خمیازہ انھیں بھگتنا پڑے گا ورنہ کے سی آر وعدوں کی تکمیل کے لیے قدم بڑھائیں اور اس کے لیے اقدام کریں، ضرورت ہے کہ حکمراں پارٹیاں سیاسی مصلحت کا شکار ہوئے بغیر اپنے کئے گئے وعدوں کی تکمیل کے لیے سنجیدگی اور عزم و حوصلے کا مظاہرہ کریں، متحدہ ریاست میں راج شیکھر ریڈی نے وزیر اعلیٰ کی سیٹ سنبھالنے کے بعد جب حسب وعدہ مسلمانوں کو چار فیصد تحفظات فراہم کرنے کا اعلامیہ جاری کیا تھا تو اس وقت بھی قانونی رسہ کشی شروع ہوگئی تھی، لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ متحدہ ریاست میں اقلیتوں اور خاص طور سے مسلمانوں کو چار فیصد تحفظات سے تعلیمی اور دوسرے شعبہ جات میں کافی فائدہ ہوا اور لوگوں نے استفادہ کیا، لہٰذا ضرورت ہے کہ سیاسی پارٹیاں اور حکمراں جماعتیں مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں کی ترقی کے لیے اسی طرح کے جرات مندانہ فیصلے اور اقدامات کرے، اس کے بغیر اقلیتوں اور پسماندہ طبقات کی ترقی ممکن نہیں، تمام سیاسی جماعتوں اور چیف منسٹروں کو ایسی جرات وہمت کا مظاہرہ کرنا چاہئے اگر وہ انکے تئیں سنجیدہ اور مخلص ہیں؟ نہیں تو اس وقت ایک نیا ماڈل ملک میں چل رہا ہے مودی ماڈل اور پھیکو ماڈل یا اسے آپ جملہ ماڈل بھی کہہ سکتے ہیں، حکمراں طبقے کے دلوں میں اگر چور نہیں ہے تو انھیں جگن ماڈل اپنانا چاہئے ورنہ تو ایک دوسرا راستہ بھی ہے آپ جسے چاہیں اپنالیں، ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے۔□□

تین مختصر مگر جامع ترین نصیحتیں

تحریر: مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی
ترتیب: عبدالرشید طلحہ نعمانی

حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے مجھے نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: تم جہاں کہیں بھی رہو اللہ سے ڈرو! خطا ہو جانے کے بعد نیکی کرلو کہ وہ برائی کو مٹا دیتی ہے اور لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آؤ۔ (ترمذی شریف)

حضرت ابوذر غفاریؓ کا شمار ان خوش نصیب صحابہ میں ہوتا ہے جو پہلے پہل اسلام قبول کرنے والوں میں تھے اور مسلمان ہونے سے قبل بھی توحید پرست اور عبادت گزار تھے۔ سب سے پہلے مشرف بہ اسلام ہونے والوں میں آپ چوتھے یا پانچویں نمبر پر آتے ہیں۔ آپؓ مزاجاً، زاہد و قانع، تارک الدنیا اور شب زندہ دار تھے۔ آپؓ کا شمار صفہ کے ان قابل قدر تلامذہ میں ہوتا ہے جن کے بارے حضور اکرمؐ نے فرمایا تھا کہ یہ حضرات جنت میں میرے قریب تر ہوں گے۔ آپ کا نام جندب، کنیت ابوذر اور والد کا نام جنادہ ہے۔ آپ کا سراپا کچھ اس طرح ہے: قد دراز، رنگ سیاہی مائل، داڑھی گھنی، آخری عمر میں بال بالکل سفید ہو گئے تھے۔ (ابن سعد ۴/۱۶۹) غزوہ خندق کے بعد سے سارا وقت آپؐ کی خدمت میں رہے، اس سے پہلے اپنے قبیلہ غفار میں تھے۔ (مسند احمد ۵/۱۷۴) حضرت عثمانؓ کے کہنے پر مقام ''ربذہ'' میں قیام پذیر رہے اور وہیں پر وصال فرمایا۔ وفات کے بعد ایک یمنی قافلہ کوفہ سے آ رہا تھا، جن میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی تھے، جب اس جگہ پر پہنچے اور وفات کا علم ہوا تو انہوں نے ہی آپ کو غسل دے کر نماز جنازہ پڑھائی اور اسی جگہ پر تدفین عمل میں آئی۔ (الاصابۃ)

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے چھ وجوہ سے انبیاء کرام علیہم السلام پر فضیلت دی گئی ہے: (۱) مجھے جوامع الکلم عطا فرمائے گئے۔ (۲) رعب کے ذریعے میری مدد کی گئی۔ (۳) میرے لئے مال غنیمت کو حلال کر دیا گیا۔ (۴) میرے لئے تمام روئے زمین' پاک کرنے والی اور نماز کی جگہ بنا دی گئی۔ (۵) مجھے تمام مخلوق کی طرف (نبی بنا کر) بھیجا گیا۔ (۶) مجھ پر نبوت ختم کر دی گئی۔ (صحیح مسلم، کتاب المساجد) جن چھ باتوں میں نبی پاکؐ کو دوسرے انبیاء پر فوقیت عطا کی گئی ہے من جملہ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ کو جوامع الکلم عطا کئے گئے یعنی اللہ نے آپؐ کو ایسی باتیں بتلائی ہیں اور آپ کی زبان حق شناس سے وہ جملے کہلوائے ہیں، جو اپنے الفاظ کے اعتبار سے بہت مختصر؛ مگر اپنے معنی کے اعتبار سے نہایت جامع ہیں۔

بعض شراح نے جوامع الکلم کا مصداق قرآن پاک کی آیات کو بھی قرار دیا ہے؛ کیونکہ قرآن پاک آپؐ کو دیا گیا ہے جس کے بارے میں ''اوتیت'' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ جوامع الکلم کا ایک مصداق قرآن پاک کی آیات ہیں، ان کی جامعیت کا کیا کہنا وہ تو سراپا اعجاز ہیں؛ مگر اس کے ساتھ ساتھ رسول اللہؐ کے جو ارشادات ہیں وہ بھی جوامع الکلم کا مصداق ہیں اور علما نے اس جہت سے بھی مستقل کام کیا ہے، مثلاً علامہ ابن رجب حنبلی نے **جامع العلوم و الحکم فی شرح خمسین حدیث من جوامع الکلم** اسی طرح مولانا عاشق الٰہی صاحب نے 'زاد الطالبین' اور علامہ محمد عوامہ کے صاحبزادے محی الدین صاحب نے بھی اس موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے اور پہلے بھی متعدد کتابیں اس موضوع پر لکھی جا چکی ہیں؛ جن میں ان احادیث کو جمع کیا گیا، جو الفاظ کے اعتبار سے بہت مختصر اور معنی کے اعتبار سے بہت جامع ہیں۔ مثلاً انما الاعمال بالنیات اور اس طرح کی روایتیں۔

حضرت ابوذرؓ سے منقول آپ کی یہ تین نصیحتیں بھی جوامع الکلم میں داخل ہیں، جو اختصار کے باوجود بہت ہی جامع اور اثر انگیز ہیں۔ اب ہر ایک کی مختصر تشریح ملاحظہ ہو!

جہاں کہیں رہو، اللہ سے ڈرو

تم اللہ سے ڈرتے رہو جہاں کہیں بھی رہو! جہاں کہیں کے معنی میں بڑا عموم ہے۔ خلوت میں رہو، جلوت میں رہو، اپنے متعارف لوگوں میں رہو یا اجنبی لوگوں میں رہو، مسجد میں رہو یا گھر اور بازار میں رہو، عبادت میں مشغول رہو یا دنیاوی کاموں میں لگے رہو، جس جگہ بھی ہو، جس حالت میں بھی ہو، جس کام میں بھی ہو ہر آن یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ اللہ ہمیں دیکھ رہا ہے، ہمارے ظاہر و باطن سے واقف ہے۔ ہم اپنے ان ظاہری اعضاء و جوارح یعنی ہاتھ، پیر، آنکھ، کان، زبان سے جو کچھ کر رہے ہیں ان کو بھی وہ دیکھ رہا، سن رہا اور جان رہا ہے۔ اور جو ہمارے اندر کے چھپے ہوئے بڑے گناہ ہیں، تکبر، حسد، بدگمانی وغیرہ ان کو بھی اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ خود اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: اللہ تعالیٰ نگاہوں کی خیانت کو بھی جانتا ہے اور سینوں میں جو چیزیں چھپی ہوئی ہیں ان کو بھی جانتا ہے۔ (غافر)

چوریاں آنکھوں کی، اور سینوں کے راز
جانتا ہے سب کو تو اے بے نیاز

لہٰذا ہمیشہ یہ بات پیش نظر رہے کہ کہیں کوئی کام مجھ سے ایسا صادر نہ ہو جائے جو اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والا ہو۔ روایت میں تقویٰ اختیار کرنے کا حکم ہے؛ جس کی بہترین تفسیر حضرت اُبی بن کعبؓ نے حضرت عمر بن الخطابؓ کے استفسار پر بیان فرمائی (اِن کا سوال کرنا اور ان کا جواب دینا امت کی تعلیم کے لیے تھا ورنہ یہ بات نہیں تھی کہ جس کو حضرت ابی ابن کعبؓ بیان فرما رہیں ہے، حضرت عمرؓ اس کو نہیں جانتے) حضرت عمرؓ نے حضرت ابی بن کعبؓ سے پوچھا: تقویٰ کسے کہتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: امیر المومنین! کبھی آپ کا گذر ایسے راستے سے ہوا ہے جہاں دونوں طرف کانٹے دار جھاڑیاں ہو؟ فرمایا: ہاں! بارہا ہوا ہے۔ فرمایا: ایسے راستے سے گذرتے ہوئے کیا کرتے ہیں؟ فرمایا: اپنے کپڑوں کو، اپنے بدن کو سمیٹ کر درمیان سے احتیاط کے ساتھ نکل جاتے ہیں کہ کہیں کوئی کانٹا کپڑے کو نہ لگ جائے اور بدن کو نہ چبھ جائے۔ حضرت اُبیؓ نے فرمایا: اسی کا نام تقویٰ ہے۔ نفس و شیطان کے مکر و فریب، خراب ماحول کے اثرات اور گناہ کی دعوت دینے والی نہ جانے کتنی چیزیں چاروں طرف پھیلی ہوئی ہیں، ان کے درمیان سے اپنے دامن کو بچا کر نکلنا کہ کہیں کوئی گناہ اور اللہ کی نافرمانی نہ ہو جائے، اسی احتیاط و تیقظ کا نام تقویٰ ہے۔ تقویٰ کوئی الگ عمل نہیں جیسے نماز، روزہ اور زکاۃ مستقل عمل ہے؛ بلکہ تقویٰ صرف اس کا نام ہے کہ ہر وقت اس پر نگاہ رہے کہ ہم سے کوئی غلطی نہ ہو جائے چنانچہ خود رسول اللہؐ نے اپنے قلب اطہر کی طرف اشارہ کر کے تین مرتبہ فرمایا: تقویٰ یہاں ہوتا ہے، تقویٰ یہاں ہوتا ہے، تقویٰ یہاں ہوتا ہے، یعنی دل میں اللہ کا خوف ہو اور یہ خوف بھی کیسا؟ جو عظمت و جلال کے ساتھ ہو۔ ایک خوف چور ڈاکو اور درندوں سے ہوتا ہے، اور ایک خوف اپنے شیخ، اپنے استاذ اور اپنے والد سے ہوتا ہے کہ کوئی کام ہم سے ایسا نہ ہو جائے جس سے ہمارے استاذ، والد اور شیخ ہم سے ناراض ہو جائیں۔ اللہ کے تئیں اس طرح کا خوف ہو۔ اس کی عظمت و رفعت، اس کے انعامات و احسانات، اس کی جلالت و منزلت کو سامنے رکھتے ہوئے کہ ہم حقیر بندے ہیں، اس کی نعمتوں میں سر سے پیر تک ڈوبے ہوئے ہیں، لہٰذا اس کی بندگی کے تقاضے کے خلاف کوئی کام ہم سے نہ ہو جائے۔

اگر کوئی گناہ ہو جائے تو فوراً نیکی کرلو

دوسری نصیحت یہ فرمائی کہ تم برائی کے بعد نیکی کر لیا کرو جو اس کو مٹا دے۔ نامۂ اعمال میں ہر نیک اور برا عمل لکھا جاتا ہے، جیسا کہ ارشاد باری ہے: ''پس جو کوئی ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اس کو قیامت میں پائے گا اور جو کوئی ذرہ برابر برائی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا۔'' (الزلزال) قیامت کے دن جب انسان کا نامۂ اعمال سامنے آئے گا تو وہ کہے گا: یہ کیسا نامۂ اعمال ہے؟ یہ کیسی کتاب ہے؟ جس نے چھوٹی بڑی کسی چیز کو نہیں چھوڑا، اس نے سب کو ضبط کر لیا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ پوری زندگی کے تمام اعمال کو وہ اپنے سامنے موجود پائے گا نیز تمہارا رب کسی پر زیادتی نہیں کرتا۔ جو کیا ہے وہی سامنے آئے گا؛ لہٰذا اس کو پیش نظر رکھنا چاہیے کہ جب کبھی گناہ ہو جائے فوراً نیک عمل کے ذریعے اس کی تلافی کر لیں۔ علماء فرماتے ہیں کہ اس کو بھی دیکھنا چاہیے کہ کونسی بدی کو مٹانے کے لیے کونسی نیکی چاہیے؟ ایسا نہیں ہے کہ ہر بدی کو ہر نیکی مٹا دے گی، نماز چھوڑی ہے اور نماز چھوڑ کر صدقہ کرنا چاہتے ہیں، اس سے وہ معاف نہیں ہوگی۔ کسی کا حق دبا لیا ہے اور روزہ رکھ کر اس کی تلافی کرنا چاہتے ہیں، اس سے وہ برائی ختم نہیں ہوگی۔ جس گناہ کے لئے شریعت نے جو نیکی متعین کی ہے وہی انجام دینی ہوگی، قسم توڑی تو کفارہ ادا کرنا پڑے گا، فجر میں آنکھ نہیں کھلی اور صبح ہوگئی تو اللہ کے رسولؐ نے فرمایا: **من نام عن صلوۃ او نسیھا فلیصلیھا اذا ذکرھا** اٹھ کے فوراً نماز پڑھنا ہی اس کا کفارہ ہے۔ ہاں! کچھ ایسی بھی چیزیں ہیں جن کا کوئی متعین کفارہ نہیں جیسے زبان سے جھوٹ نکل گیا تو توبہ کرو، کچھ صدقہ خیرات کرلو، کوئی نیکی کرلو اللہ معاف کرنے والا مہربان ہے۔

رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن نامۂ اعمال کے ترازو میں سب سے وزنی چیز اخلاق حسنہ ہوں گے۔ اور قیامت کے دن میرے قریب وہ لوگ ہوں گے جو اچھے اخلاق والے ہوں اور اچھے اخلاق کا مطلب یہ ہے کہ جب اخلاق کو متاثر کرنے والی کوئی چیز پیش آئے اس وقت آدمی اپنے آپ کو قابو میں رکھے، عام حالات میں تو ہر آدمی بڑا مسکرا کر بات کر رہا ہے، بڑی خوش مزاجی کے ساتھ پیش آ رہا ہے لیکن اس کے ساتھ کوئی زیادتی ہو جائے، کوئی بد تمیزی کر دے، کوئی گستاخی کر دے اس وقت دیکھا جائے گا کہ اس کے اخلاق کیسے ہیں۔

الغرض: اس نصیحت کا حاصل یہ نکلا جہاں نامۂ اعمال میں برائیاں درج ہو رہی ہیں تو ان کو مٹانے کے لیے نیکیوں کی بھی فکر کرو؛ تاکہ نتیجہ کے طور پر نیکیوں کا پلہ بھاری رہے اور یہ اللہ کی رحمت کو متوجہ کرنے کا بہانہ بنے؛ کیونکہ کامیابی تو اللہ کی رحمت سے ہوگی، ہمارے اعمال کے اندر کوئی دم نہیں ہے؛ لیکن اللہ تعالیٰ جب دیکھے گا کہ بندے نے اپنی طاقت بھر محنت کی ہے تو ان کو رحم آ جائے گا اور وہ اپنی رحمت سے ان شاء اللہ بیڑا پار کر دیں گے۔

لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ

تیسری نصیحت فرمائی لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق کا برتاؤ کیا کرو، اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آؤ! اخلاق کا تعلق حقیقت میں قلب کی کیفیت سے ہے اور عمل سے اس کا اظہار ہوتا ہے۔ ہم اپنے اندر شفقت پیدا کریں، محبت پیدا کریں، تواضع پیدا کریں، ایثار پیدا کریں، یہ اخلاق حسنہ ہیں اور پھر اپنے عمل سے اس کا اظہار کریں کہ بڑوں کے ساتھ احترام کا معاملہ ہو چھوٹوں کے ساتھ شفقت کا برتاؤ ہو، کمزوروں کے ساتھ امداد اور راحت رسانی کا رویہ ہو، اسی طرح رسول اللہؐ نے یہاں تک فرمایا کہ مسکراتے چہرے کے ساتھ کسی سے ملاقات کر لینا بھی ایک صدقہ ہے۔ لہٰذا ہم اچھے اخلاق کا مظاہرہ کریں اور یہی وہ اچھے اخلاق ہیں جو قیامت کے دن نامۂ اعمال کے ترازو میں سب سے وزنی ثابت ہوں گے، رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن نامۂ اعمال کے ترازو میں سب سے وزنی چیز اخلاق حسنہ ہوں گے۔ (مشکوٰۃ) اور رسول اللہؐ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن میرے قریب وہ لوگ ہوں گے جو اچھے اخلاق والے ہوں (مشکوٰۃ) اور اچھے اخلاق کا مطلب یہ ہے کہ جب اخلاق کو متاثر کرنے والی کوئی چیز پیش آئے اس وقت آدمی اپنے آپ کو قابو میں رکھے، عام حالات میں تو ہر آدمی بڑا مسکرا کر بات کر رہا ہے، بڑی خوش مزاجی کے ساتھ پیش آ رہا ہے؛ لیکن اس کے ساتھ کوئی زیادتی ہو جائے، کوئی بدتمیزی کر دے، کوئی گستاخی کر دے اس وقت دیکھا جائے گا کہ اس کے اخلاق کیسے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا مشاہدہ کیا جائے! پوری تاریخ پڑھ لی جائے، سیرت کی کتابوں کا مطالعہ کر لیا جائے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہؐ نے پوری زندگی اپنی ذات کے سلسلہ میں کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا حالانکہ شریعت نے اجازت دی ہے کہ جتنی زیادتی ہوئی اتنا بدلہ لیا جا سکتا؛ مگر آپ نے اپنی ذات کے سلسلہ میں انتقام نہیں لیا، نبوت سے پہلے بھی نبوت کے بعد بھی۔ طائف کا واقعہ ہمارے سامنے ہے! فرشتہ آ کر کہتا ہے کہ آپ اجازت دیں تو اس بستی والوں کو دو پہاڑوں کے درمیان کچل دیا جائے! آپ فرماتے ہیں کہ میں تو یہ امید رکھتا ہو کہ ان کی اولاد میں کوئی ایمان والا پیدا ہوگا پھر اللہ ان سے دین کا کام لیں گے۔ ایک موقع پر کسی نے کہہ دیا کہ یا رسول اللہ! فلاں کے لیے بددعا کر دیجیے! آپ فرماتے ہیں کہ میں لعان بنا کے نہیں بھیجا گیا ہو۔

پچھلی آسمانی کتابوں میں بھی آپ کے تعلق سے کیا کہا گیا کہ آپ فطرتاً بدگوئی (باقی صـ۱۴ پر)

عالمی خبریں

ویکسین شدہ افراد کیلئے امریکہ میں سفری پابندیاں ختم

امریکہ نے سفری پابندیوں کو ختم کرتے ہوئے مکمل ویکسین شدہ افراد کے لیے اپنی سرحدیں کھول دی ہیں۔ خبر رساں ادارے اے ایف پی کے مطابق امریکہ نے ۸ر نومبر سے پابندیاں اٹھانے کا اعلان کیا تھا۔ واضح رہے کہ سابق صدر ڈونلڈ ٹرمپ کی جانب سے نافذ کی جانے والی یہ پابندی موجودہ صدر جو بائیڈن نے جاری رکھی اور اسے بڑے پیمانے پر تنقید کا سامنا ہے۔ سفری پابندیوں پر سب سے زیادہ اعتراض یورپ اور امریکہ کے پڑوسی کینیڈا اور میکسیکو کی جانب سے ہو رہا تھا۔ کورونا وائرس کے پھیلاؤ کی روک تھام کی کوشش میں امریکہ کی سرحدوں کو یورپی یونین، برطانیہ، چین، انڈیا اور برازیل سمیت دنیا کے بڑے حصوں سے آنے والے مسافروں کے لیے بند کر دیا گیا تھا۔ میکسیکو اور کینیڈا سے بھی آنے والوں پر پابندی عائد کر دی گئی تھی۔ کورونا وائرس کی وجہ سے لگائی گئی مہینوں تک نافذ رہنے والی پابندیاں لاکھوں لوگوں کے لیے ذاتی اور معاشی مسائل کا باعث بنی تھیں۔

چین میں کورونا کی نئی لہر کے سبب کا سراغ لگانیوالوں کو انعام کی پیشکش

کورونا وائرس سے متاثرہ چین کے ایک شہر کے حکام کی جانب سے اس افراد کو ہزاروں ڈالر دینے کی پیشکش کی گئی ہے جو نئی لہر کے بنیادی سبب کا تعین میں مدد کریں۔ یہ پیشکش 'لوگوں کی جنگ' یا 'پیپلز وار' تحریک کے تحت کی گئی ہے، جس کا آغاز حالیہ مہینوں میں وبا کی سب سے بڑی لہر کو ختم کرنے کے لیے کیا گیا ہے۔ واضح رہے کہ دنیا کے دیگر ممالک میں کورونا وائرس کی وجہ سے لگائی گئی پابندیاں ختم کی جا رہی ہیں، تاہم بیجنگ کے حکام صفر کیس کی حکمت عملی پر ابھی تک قائم ہیں، کیونکہ سرحدوں کی بندش، طویل دورانیے کے قرنطینہ کی شرط اور ٹارگٹڈ لاک ڈاؤن کے باعث کیسوں کی تعداد کم ہوئی، تاہم دوسری طرف حالیہ وبا ۴۰ سے زائد شہروں تک پہنچ گئی ہے۔ چین کے شہر ہئی ہے میں حکام نے وبا سے متعلق معلومات فراہم کرنے پر ۱۵ ہزار ۵۰۰ ڈالر یا ایک لاکھ یوان دینے کی پیشکش کی ہے۔

کیا ایشیا کے امیر ترین شخص مکیش امبانی انڈیا چھوڑ کر جا رہے ہیں؟

انڈیا سے تعلق رکھنے والے ایشیا کے امیر ترین شخص مکیش امبانی کے انڈیا چھوڑ کر لندن منتقل ہونے کی خبریں گردش میں ہیں تاہم مکیش امبانی اور ان کے اہل خانہ کی جانب سے ان افواہوں کی تردید کی گئی ہے۔ این ڈی ٹی وی کے مطابق سوشل میڈیا پر ریلائنس گروپ کے چیئرمین مکیش امبانی کے انڈیا چھوڑ کر جانے کی خبریں ان کی جانب سے لندن میں تین سو ایکڑ کی جائیداد خریدنے کے بعد سامنے آئی ہیں۔ ریلائنس گروپ کی جانب سے وضاحت کی گئی ہے کہ مکیش امبانی یا ان کے اہل خانہ کا برطانیہ کے دارالحکومت لندن یا کسی اور ملک نقل مکانی کرنے یا وہاں رہائش اختیار کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ اس وقت مکیش امبانی انڈیا کے شہر ممبئی میں چار لاکھ مربع فٹ کے ایک بنگلے میں اپنے اہل خانہ کے ساتھ رہائش پذیر ہیں جبکہ حالیہ رپورٹ میں کہا گیا کہ مکیش امبانی بکنگھم شائر، سٹوک پارک میں تین سو ایکڑ کے کنٹری کلب کو اپنی مستقل رہائش گاہ بنائیں گے۔ مکیش امبانی کی اس وقت ۱۰۲ ارب ڈالر کی جائیداد کے مالک ہیں۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمت پر دس حق

تحریر: مولانا ندیم احمد انصاری

محسن انسانیت، رحمۃ للعالمین، سیدنا و مولانا حضرت محمد صَلی اللہ علیہ وسلم جنھوں نے حیوانِ ناطق کو انسان بنایا، بچیوں کو زندہ درگور کرنے والوں کو ان سے محبت کرنا سکھایا، عورت کو معاشرے میں ’ایک چیز‘ سے بڑھا کر گھر کی ملکہ کا شرف بخشا، بڑوں کے ادب و احترام کی تاکید کی، چھوٹوں پر شفقت کرنا سکھایا، بیواؤں، ضعیفوں اور کمزوروں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کی تعلیم دی، اور مخلوق سے خالق کا تعارف کروایا۔ آج ہم انھیں کے حقوق سے ناواقف ہو گئے! اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمارے اس جرمِ عظیم کو معاف فرمائے اور اپنے نبیؐ کے حقوق ادا کرنے والا بنائے، آمین۔ رسول اللہؐ کے جو حقوق امت پر لازم ہیں، انھیں چند عناوین کے تحت بیان کرنی کی کوشش کی جاتی ہے:

نبی پر ایمان لانا

ایمان کے جو بنیادی ارکان ہیں، ان میں رسول اللہؐ پر ایمان لانا بھی داخل ہے، اگر کوئی شخص اللہ پر ایمان لانے کا دعوے دار ہو اور آپؐ کی رسالت کا انکار کرے، اسے مومن قرار نہیں دیا جاسکتا۔ ارشاد ربانی ہے: اے ایمان والو! ایمان لاؤ تم اللہ پر اور اس کے رسول پر۔ (سورۃ النساء) نیز ارشاد فرمایا: اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں، وہی اپنے پروردگار کے نزدیک سچے ہیں۔ (سورۃ الحدید) احادیث کے مطابق بھی درجِ ذیل امور پر ایمان لانا ضروری ہے: (۱) اللہ تعالیٰ پر (۲) فرشتوں پر (۳) (اللہ کی طرف سے نازل کردہ) کتابوں پر (۴) رسولوں پر (۵) آخرت کے دن پر (۶) تقدیر اچھی ہو یا بری، اس کے اللہ ہی کے طرف سے ہونے پر۔

نبی کی اطاعت کرنا

رسول کی حیثیت اسلام میں محض پیام بر کی نہیں بلکہ اس کی اطاعت مستقلاً واجب ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی۔ (سورہ النساء) اس آیت میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کو مستقل طور پر واجب قرار دیا گیا، اس لیے کہ ان دونوں اطاعت کے لیے قرآن مجید میں مستقل طور پر لفظ }اَطیعوا{ استعمال فرمایا گیا۔ اطاعتِ رسول کے مستقل واجب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کا ہر حکم مانا جائے، خواہ اس کی اصل ہمیں قرآن میں معلوم ہو سکے یا نہ۔ اس کا یہ مطلب نہیں سمجھنا چاہیے کہ بعض سنتوں کی اصل قرآنِ کریم میں موجود نہیں، بلکہ اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ رسول کی اطاعت کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس کا ہمیں مکلّف ہی نہیں بنایا کہ اس کی سنت میں تلاش کی جائے۔ اگر کوئی یہ سمجھے کہ رسول کی اطاعت بھی صرف ان احکام تک محدود ہے، جن کا ذکر قرآن مجید میں صاف صاف موجود ہے، تو پھر اصلاً اِس آیت کا کوئی مفہوم ہی باقی نہیں رہتا، اس کے علاوہ بھی بیسیوں آیتیں ہیں، جن میں اطاعتِ رسول کا علاحدہ حکم دیا گیا ہے، جن کا مطلب یہی ہے کہ آپؐ کی براہِ راست اطاعت کی جائے۔ یہ بھی خیال رکھنا چاہیے کہ یہ حکم خود اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ہے، اس لیے اگر کوئی رسول کی اطاعت نہیں کرتا، وہ اصلاً اللہ کی اطاعت نہیں کرتا اور گویا رسول کی اطاعت میں بھی اللہ کی اطاعت کرتا ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے مزید وضاحت کے ساتھ یوں ارشاد فرمایا ہے: جس نے رسول کی اطاعت کی، اس نے اللہ ہی کی اطاعت کی۔ (سورہ النساء) نیز رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: جس نے میری اطاعت کی، اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی، جس نے میری نافرمانی کی، اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ (بخاری) معلوم ہوا کہ صرف اللہ پر یا رسول پر ایمان لانا کافی نہیں، بلکہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت بھی واجب ہے۔

نبی کا ادب و احترام کرنا

رسول اللہؐ کا نہایت ادب و احترام بھی ایمان والوں پر لازم و ضروری بلکہ ایمان کا جز و ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایمان والوں کے سامنے رسول اللہؐ کے ذریعے ہی، رسولوں کو بھیجنے کا مقصد بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: بے شک ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، تاکہ تم لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، اس کا ساتھ دو اور اس کا ادب کرو۔ (سورہ الفتح) بلکہ آپؐ کے غایت درجے احترام کی نسبت ایمان والوں کو سخت تنبیہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے وہ لوگو، جو ایمان لائے ہو! اپنی آواز نبی کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ نبی کے ساتھ اونچی آواز میں بات کرو، جیسے کہ تم آپس میں ایک دوسرے سے بات کرتے ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تمھارے (اس بے ادبی کے باعث) تمام (نیک) اعمال برباد ہو جائیں اور تمھیں شعور بھی نہ ہو۔ (سورہ الحجرات)

نبی سے محبت کرنا

رسول اللہؐ سے محبت کرنا بھی ایمان کا جزو ہے، محبت بھی ایسی جو انسان کے اپنے اہل و عیال بلکہ اپنے نفس پر بھی غالب ہو۔ ایمان والوں کی صفات بتاتے ہوئے قرآن مجید میں فرمایا گیا: نبی کی ذات مومنوں کے لیے اپنی جانوں سے بھی مقدّم ہے۔ (سورہ الاحزاب) اس کا حاصل یہ ہے کہ آپؐ کا حکم ہر مسلمان کے لیے اپنے ماں باپ سے زیادہ واجب التعمیل ہے، اگر ماں باپ آپؐ کے کسی حکم کے خلاف کہیں، ان کا کہنا ماننا جائز نہیں، اِسی طرح خود اپنے نفس کی تمام خواہشات پر بھی آپؐ کے حکم کی تعمیل مقدم ہے۔ (معارف القرآن) رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا، جب تک اس کے نزدیک، اس کی اولاد سے زیادہ، اس کے ماں باپ سے زیادہ اور تمام انسانوں سے زیادہ، میں محبوب نہ ہو جاؤں۔ (بخاری) البتہ محبتِ رسول میں حد سے بڑھ جانا بھی نامناسب عمل ہے، یعنی شریعتِ اسلام میں رسول کی عظمت و محبت فرض ہے، اس کے بغیر ایمان ہی نہیں ہوتا، مگر رسول کو کسی صفت یا علم یا قدرت وغیرہ میں اللہ تعالیٰ کے برابر کر دینا گمراہی اور شرک ہے۔ قرآن مجید نے شرک کی حقیقت یہی بیان فرمائی ہے کہ غیر اللہ کو کسی صفت میں اللہ کے برابر کریں۔ (سورۃ الشعراء)

> **رسول اللہؐ کا ایک حق اہلِ ایمان پر یہ ہے کہ آپؐ کے دوستوں سے دوستی اور آپ کے دشمنوں سے دشمنی رکھی جائے۔ ظاہر ہے کہ جس سے محبت ہوتی ہے، اس کے گلی کوچے اور در و دیوار سے بھی محبت ہوتی ہے، اس لیے ضروی ہے کہ رسول اللہؐ سے محبت کرنے والوں سے محبت کا اور آپ سے دشمنی رکھنے والوں سے دشمنی کا معاملہ کیا جائے۔**

نبی کا دفاع کرنا

رسول اللہؐ کی عزت و ناموس کا دفاع کرنا تمام اہل ایمان پر ہر دم واجب ہے، جیسا کہ سیکڑوں مرتبہ عفو و درگزر کے باوجود حضرت نبی کریم نے حضرت حسان؟ کو حکم دیا تھا: (ان) مشرکوں کی ہجو کرو (جس نے تمھارے نبی کی شان میں نازیبا کلمات کہے، یا ہجو کی) یا فرمایا اس ہجو کا جواب دو (جو انھوں نے میرے بارے میں کی ہے)، جبریل تمھارے ساتھ ہیں۔ (بخاری) امت کو جو رسول اللہؐ کے دفاع کا حکم دیا گیا، یہ خود امت کے حق میں درجات کی بلندی کا سبب ہے، ورنہ باری تعالیٰ کو کسی کی حاجت نہیں اور اس نے اپنے حبیب کی حفاظت کی ذمّے داری خود لے رکھی ہے۔ ارشاد ربانی ہے: پس اب اللہ کافی ہے، آپ کی طرف سے اور وہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔ (سورہ البقرہ) اس آیت میں واضح کر دیا گیا کہ آپؐ اپنے مخالفوں کی زیادہ فکر نہ کریں، ہم خود ان سے نمٹ لیں گے اور یہ ایسا ہی ہے، جیسے دوسرے مقام پر (سورہ المائدہ میں) اس سے زیادہ وضاحت کے ساتھ فرمایا گیا کہ آپؐ مخالفین کی فکر نہ کریں، اللہ تعالیٰ ان سے آپ کی حفاظت خود کریں گے۔

نبی کی مدد و نصرت کرنا

رسول اللہؐ کی بھرپور مدد و نصرت کرنا بھی ہر ایمان والے پر رسول اللہؐ کا حق ہے، ارشادِ ربانی ہے: اللہ تعالیٰ دیکھنا چاہتے ہیں کہ کون غیب کی باتوں کو بغیر دیکھے اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ (اس کے ذریعے تمھیں آزمانا اور نوازنا چاہتا ہے، ورنہ) بے شک اللہ تعالیٰ تو بہت قوت والا اور غلبے والا ہے۔ (سورہ الحدید) سابقہ انبیاے کرام علیہم السلام سے بھی رسول اللہ حضرت محمد؟ کی نصرت و حمایت کا عہد لیا گیا تھا، باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے عہد لیا کہ جب میں تم کو کتاب و حکمت عطا کروں پھر تمھارے پاس ایک رسول آئے، جو تمھاری کتاب کی تصدیق کرے تو تمھیں ضرور اس پر ایمان لانا ہوگا اور ضرور اس کی مدد کرنی ہوگی۔ (سورہ آل عمران) نیز اللہ کے فرشتے بھی رسول اللہ کے رفیق و مددگار ہیں، جیسا کہ ارشاد ہے کہ بے شک! اللہ اور جبریل اور نیک مومنین اس (رسول) کے حامی و دوست ہیں اور ان کے علاوہ (دیگر) فرشتے بھی۔ (سورہ التحریم) اس لیے رسول اللہؐ کی حیات میں اور وفات کے بعد قیامت تک مومنین پر لازم ہے کہ رسول اللہؐ کی مدد و نصرت کریں۔ آپؐ کی حیات میں تو آپؐ کے اصحاب؟ نے اس نصرت کا گویا حق ادا کر دیا، اب آپ کے اس دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد مومنین پر لازم ہے کہ وہ مندرجہ ذیل صورتوں میں رسول اللہؐ کی مدد و نصرت کریں: (۱) آپؐ کی سنت کی باطل پرستوں کے ناجائز حیلوں، جاہلوں کی تحریف و تخریب سے حفاظت (۲) طعن پرستوں کے طعن اور گستاخوں کی گستاخی سے دفاع۔

نبی کے بعد کسی کو نبی نہ ماننا

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے: محمد تمھارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، ہاں اللہ کے رسول اور سب نبیوں کے خاتم ہیں اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ (سورہ الاحزاب) یعنی رسول اللہ حضرت محمد خاتم النّبیین اور رحمۃ للعالمین ہیں، اللہ تعالیٰ نے نبوت و رسالت کو آپ پر ختم کر دیا ہے۔ آپؐ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں، آپ کی نبوت کے بعد نبوت کا دروازہ بند کر دیا گیا، اب آپ کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں ہوسکتا اور آپ کا لایا ہوا دین تمام گذشتہ دینوں کا ناسخ ہے، آپ کی لائی ہوئی کتاب تمام گذشتہ کتابوں کے احکام کی ناسخ ہے۔ قیامت تک کے لیے صرف آپؐ کا دین اور آپ کی شریعت کا اتباع فرض ہے اور اس کے سوا تمام دینوں کا ترک کرنا لازم ہے۔ سوائے آپؐ کی پیروی کے اللہ سبحانہ وتعالیٰ تک پہنچنے کی سب راہیں بند کر دی گئی ہیں اور آپ کی شریعت، تمام شریعتوں کی ناسخ ہے، اب قیامت تک آپ ہی کی شریعت رہے گی اور کبھی منسوخ نہ ہوگی۔ جو شخص آں حضرتؐ کو خاتم النبیین نہ سمجھے، وہ بلاشبہ کافر ہے اور جو شخص آپ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے، وہ بلاشبہ کافر ہے۔ (عقائد الاسلام)

نبی کے اہلِ بیت و صحابہ سے محبت کرنا

رسول اللہؐ کی ازواجِ مطہرات اہلِ بیت میں داخل ہیں، جیسا کہ ارشاد ہے: (اے نبی کی گھر والیوں!) اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ وہ تم سے نجاست کو دور کر دے اور تمھیں خوب پاک کر دے۔ (سورہ الاحزاب) اس آیتِ مبارکہ میں ازواجِ مطہرات کو قطعی طور پر اہلِ بیت میں شمار کیا گیا نیز اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا: مومنین کے لیے نبی کی ذات، ان کے اپنے نفس پر مقدّم ہے اور نبی کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔ (سورہ الاحزاب) نیز مسلم شریف میں روایت ہے: حضرت نبی کریم ایک دن تشریف فرما ہوئے، آپ پر سیاہ بالوں کی بنی ہوئی منقش چادر تھی، اتنے میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما آ گئے، آپؐ نے ان کو چادر میں لے لیا، پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ آئے تو وہ بھی اس چادر میں داخل ہو گئے، پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لے آئیں تو آپؐ نے انھیں بھی چادرِ مبارک میں داخل فرما لیا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ پہنچ گئے تو آپؐ نے انھیں بھی چادر میں لے لیا، پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا: اے اہلِ بیت! اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ تم سے ہر بُری چیز کو دور فرما کر تمھیں خوب پاک صاف کر دیں۔ (مسلم) اہلِ بیت و آلِ رسول؟ کا مسئلے امت میں کبھی زیرِ اختلاف نہیں رہا، بہ اجماع و اتفاق ان کی محبت و عظمت لازم ہے۔ (معارف القرآن)

صحابی اسے کہتے ہیں جس نے ایمان کی حالت میں حضرت نبی کریمؐ کی صحبت کا شرف حاصل کیا ہو اور اسی حالت میں وہ دنیا سے رخصت بھی ہوا ہو۔ صحابہ، صحابی کی جمع (باقی ص۱۴ پر)

بچّوں کا گوشہ — ظالم بادشاہ کا انجام (۴)

کچھ دیر سوچنے کے بعد بوڑھے نے کہا: ”تم بادشاہ کے پاس جا کر اس سے کہنا کہ میں آپ کے سوال کا جواب دینا چاہتا ہوں۔ پھر تم اس سے کہنا کہ دریا کی تہہ میں ایک گھڑا پڑا ہے جس کے اندر پہلے تیل تھا، اگر بادشاہ نے حکم دیا کہ وہ گھڑا نکال لاؤ تو تم کہنا کہ اچھی بات ہے، پھر کسی درخت پر چڑھ جانا اور وہاں سے بادشاہ کو تیر مارنا۔ تیر خوب اچھی طرح نشانہ سادھ کر چلانا تاکہ وہ بادشاہ کے ٹھیک منہ میں لگے اور وہ وہیں تڑپ کر مر جائے۔ ایک ملعون کی وجہ سے کتنے ہی آدمی اپنی جانیں گنوا رہے ہیں“۔

ذاکر اپنے باپ کے پاس سے اُٹھ کر سیدھا بادشاہ کے پاس پہنچا اور اس سے کہا: ”بادشاہ سلامت! آپ کے سوال کا میں جواب دوں گا۔ یہاں دریا کی تہہ میں کوئی گھڑا پڑا ہوا ہے جس میں پہلے تیل تھا، اس کی بو پا کر یہاں چیونٹیاں گھوم پھر رہی ہیں۔“

بادشاہ کو بڑا غصہ آیا اور اس نے کڑک کر کہا: ”احمق گھڑا دریا کی تہہ میں پڑا ہے اور چیونٹیاں یہاں اوپر دوڑ بھاگ رہی ہیں۔ یہ کیسی بے تکی بات کر رہے ہو۔“ یہ کہہ کر اس نے جلاد کو پکارا، لیکن جلاد کے آنے سے پہلے ہی ذاکر نے بادشاہ سے کہا: ”عالم پناہ! اگر آپ اجازت دیں تو میں اس گھڑے کو نکال لاؤں۔“

”ٹھیک ہے نکال لاؤ۔“ بادشاہ نے کہا۔ ذاکر دوڑ کر ایک درخت پر چڑھ گیا۔ وہ درخت کی ایک شاخ پر آرام سے بیٹھ گیا اور وہاں سے نشانہ سادھ کر ایک تیر جو مارا تو وہ آ کر بادشاہ کے منہ میں لگا اور اس کے کان کو چیرتا ہوا نکل گیا۔ بادشاہ گر پڑا اور وہیں مر گیا۔ ذاکر درخت سے نیچے اُترا تو اس کے قریبی ساتھی دوڑ کر اس کے پاس آئے اور اس سے بغل گیر ہو کر انتہائی خوشی سے کہنے لگے: ”شاباش! تم نے بہت ہی اچھا کام کیا، تم نے سب کو اس بلائے بے درماں سے چھٹکارا دلا دیا۔

ذاکر نے بتایا کہ یہ سب میں نے اپنے بوڑھے باپ کے کہنے پر کیا۔ سارے فوجیوں نے ذاکر کے والد کا شکریہ ادا کیا اور انھیں بڑی عزت و احترام کے ساتھ اپنا نیا بادشاہ منتخب کر لیا۔ ◻◻

گوشۂ خواتین — گھر خواتین کی شخصیت کا آئینہ ہوتا ہے

جن خواتین کے گھر گندے ہوتے ہیں خدا کی رحمت بھی اُن سے دور ہوتی ہے۔ ایسے گھروں میں بے برکتی اور نت نئی بیماریوں کا راج ہوتا ہے۔ بعض خواتین کے نزدیک اعلیٰ زندگی کا معیار بڑا گھر اور اُس میں بھرا قیمتی ساز و سامان ہے۔ یہ تصور بالکل غلط ہے۔ گھر چھوٹا ہو یا بڑا، عورت کی صلاحیتوں اور اُس کی ذہنی کیفیت کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ بڑے بڑے گھروں کی بلند و بالا باتیں کرنے والی خواتین گھر کو نوکروں کے سپرد کر کے مطمئن ہو جاتی ہیں۔ اب ان کے بچے اپنا یونیفارم اور کتابیں، کاپیاں گھر کے کونوں کھدروں میں ڈھونڈیں یا شوہر صاحب اپنی ٹائی اور موزوں کے لیے سرگرداں و پریشان رہیں اُن کی بلا سے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ ایسے گھروں کے مکینوں کے مزاج برہم رہتے ہیں، وہ اپنے دوست احباب کو گھر لانے سے کتراتے ہیں یا یوں سمجھیں خود اعتمادی ان کا ساتھ چھوڑ دیتی ہے۔

ایک عورت کی پہلی ترجیح ہمیشہ اپنا گھر ہونا چاہیے۔ اُس کا فرض ہے کہ وہ اپنے گھر کی فضاؤں کو پاکیزہ رکھے۔ اسے ایک نمائشی گھر بنانے کے بجائے آرام دہ اور پرسکون بنائے۔ ہر چیز کو اس کی جگہ پر رکھنے کی عادت خود بھی ڈالے اور دوسروں کو بھی اس کا عادی بنائے۔ گھر چھوٹا ہو تو غیر ضروری سامان سے چھٹکارا حاصل کرے، پھر وقتاً فوقتاً گھر کی سجاوٹ میں تبدیلی بھی ایک نیا اور خوش کن تاثر پیدا کر دیتی ہے، نیز گھر کو پودوں اور پھولوں سے سجانا ہرگز نہ بھولیں کہ یہ ماحول کو تازگی بھرا احساس دیتے ہیں۔ ذرا سوچیں کتنا اچھا لگے گا جب سارے دن کے تھکے ہارے شوہر، بھائی یا گھر کے دوسرے افراد گھر لوٹیں تو ایک آرام دہ اور صاف ستھرا گھر ان کا منتظر ہو۔ ان کے تھکے تھکے اعصاب پل بھر میں سکون پائیں۔ یہ ہی نہیں آپ کا سگھڑاپا آپ کی بیٹیوں کی بھی تربیت کرے گا اور پھر وہ بھی آپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنے گھروں کو گوشۂ عافیت بنا دیں گی اور یہی اُن کی کامیاب زندگی کی ضمانت ہے۔

صفحہ تحفظ ختم نبوت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول (۴)

تحریر: مولانا محمد منظور نعمانیؒ

بہر حال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد یہ پہلی نماز ہوگی اور وہ یہ نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک امتی کے مقتدی بن کرادا کریں گے اور خود امامت سے انکار فرمادیں گے، وہ ایسا اس لیے کریں گے کہ ابتدا ہی میں عمل سے بھی یہ بات ظاہر ہوجائے کہ اگلے زمانے کے ایک جلیل القدر نبی ورسول ہونے کے باوجود اس وقت وہ امت محمدیہ کے افراد کی طرح شریعت محمدی کے متبع ہیں اور اب دنیا کے خاتمہ تک شریعت محمدی ہی کا دور ہے۔

حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے اور ان کے ساتھ اپنا خاص تعلق بیان فرماتے ہوئے) ارشاد فرمایا کہ میرے اور ان کے درمیان کوئی پیغمبر نہیں (ان کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے ہی نبی ورسول بنا کر بھیجا ہے) اور یقیناً وہ (میرے

> **وہ زیادہ دراز قد ہوں گے نہ پستہ قد، بلکہ میانہ قد ہوں گے، ان کا رنگ سرخ وسفید ہوگا، ان کا لباس ہلکے زرد رنگ کے دو کپڑے ہوں گے، دیکھنے والوں کو ایسا محسوس ہوگا کہ ان کے سر کے بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہیں حالانکہ ان کے سر پر پانی نہ پڑا ہوگا۔**

دورِ نبوت میں قیامت سے پہلے) نازل ہونے والے ہیں، تم جب ان کو دیکھو تو پہچان لینا، وہ میانہ قد ہوں گے، ان کا رنگ سرخی مائل سفید ہوگا، وہ زرد رنگ کے دو کپڑوں میں ہوں گے، ایسا محسوس ہوگا کہ ان کے سر کے بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہیں، اگرچہ سر کو تر نہ کیا گیا ہوگا، وہ نازل ہونے کے بعد اسلام کے لیے جہاد وقتال کریں گے، وہ صلیب کو پاش پاش کردیں گے اور خنزیروں کو نیست و نابود کرائیں گے اور جزیہ موقوف کردیں گے اور ان کے زمانے میں اللہ تعالیٰ اسلام کے سوا ساری ملتوں اور مذہبوں کو ختم کردیں گے اور حضرت مسیح علیہ السلام دجال کا خاتمہ کردیں گے، اس کو فنا کردیں گے، پس وہ اس زمین اور اس دنیا میں چالیس سال رہیں گے، پھر یہیں وفات پائیں گے اور مسلمان ان کی نمازِ جنازہ پڑھیں گے۔ (سنن ابوداؤد)

تشریح: اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی اطلاع کے ساتھ ان کی بعض ظاہری علامتیں بھی بیان فرمائیں، ایک یہ کہ نہ تو وہ زیادہ دراز قد ہوں گے نہ پستہ قد، بلکہ میانہ قد ہوں گے، دوسری یہ کہ ان کا رنگ سرخ وسفید ہوگا، تیسری یہ کہ ان کا لباس ہلکے زرد رنگ کے دو کپڑے ہوں گے، چوتھی یہ کہ دیکھنے والوں کو ایسا محسوس ہوگا کہ ان کے سر کے بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہیں حالانکہ ان کے سر پر پانی نہ پڑا ہوگا۔ وہ تو اسی وقت آسمان سے اترے ہوں گے، مطلب یہ ہے کہ وہ ایسے صاف شفاف ہوں گے اور ان کے سر کے بالوں کی کیفیت ایسی ہوگی جیسے کہ ابھی غسل فرما کے تشریف لارہے ہیں۔

یہ چند ظاہری علامتیں بتلانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خاص اقدامات اور کارناموں کا ذکر فرمایا، اس سلسلے کی پہلی اور سب سے اہم بات یہ کہ وہ لوگوں کو اللہ کے دین حق اسلام کی دعوت دیں گے (جس کی دعوت اپنے اپنے وقت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے سب پیغمبروں نے دی ہے) اور ان کے آسمان سے نازل ہوکر دین اسلام کی دعوت دینا اس کے دین حق ہونے کی ایسی روشن دلیل ہوگی جس کے بعد اس کو قبول کرنے سے صرف وہی بدبخت اور سیاہ باطن لوگ انکار کریں گے جن کے دلوں میں حق سے عناد ہوگا اور اس کو قبول کرنے کی گنجائش ہی نہ ہوگی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کو بھی دین حق اور اسلام کی نعمت سے بہرہ ور کرنے کے لیے بالآخر طاقت استعمال فرمائیں گے اور جہاد وقتال کریں گے، اس کے علاوہ دو اقدام ان کے خاص طور سے ان کے نام لیوا عیسائیوں سے متعلق ہوں گے، ایک یہ کہ وہ صلیب کو پاش پاش کردیں گے، جس کو عیسائیوں نے اپنا شعار اور گویا معبود بنا لیا ہے اور جس پر ان کے انتہائی گمراہانہ عقیدہ کفارہ کی بنیاد ہے، اس کے ذریعہ اس حقیقت کا بھی اظہار ہوگا کہ وہ صلیب پر نہیں چڑھائے گئے، اس بارے میں یہودیوں اور عیسائیوں دونوں فرقوں کا عقیدہ غلط اور باطل ہے۔ حق وہ ہے جس کا اعلان قرآن پاک میں کیا گیا ہے اور جو امت مسلمہ کا عقیدہ ہے، اپنے نام لیوا عیسائیوں سے ہی متعلق دوسرا اقدام ان کا یہ ہوگا کہ وہ خنزیروں کو نیست ونابود کرائیں گے، جن کو عیسائیوں نے اپنے لیے حلال قرار دے لیا ہے حالانکہ وہ تمام آسمانی شریعتوں میں حرام رہا ہے۔ اس کے بعد حدیث شریف میں عیسیٰ علیہ السلام کے اس اقدام کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ وہ جزیہ لینا موقوف اور ختم کردیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کر ظاہر فرما دیا کہ ہماری شریعت میں جزیہ کا قانون نزولِ عیسیٰ کے وقت تک کے لیے ہے۔ جب وہ نازل ہوجائیں گے اور آپ خلیفہ کی حیثیت سے امت مسلمہ کے سربراہ اور حاکم ہوں گے تو جزیہ کا قانون ختم ہوجائے گا۔ (اس کا ایک ظاہری سبب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کے نازل ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو غیر معمولی برکات ہوں گی تو حکومت کو جزیہ وصول کرنے کی ضرورت ہی نہ رہے گی۔ جو ایک طرح کا ٹیکس ہے) اس کے بعد حدیث شریف میں ان کے دو اور اہم کارناموں کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ دین حق اسلام کے سوا دوسرے تمام باطل مذہبوں اور ملتوں کو ختم فرمادے گا۔ سب ایمان لے آئیں گے اور اسلام قبول کرلیں گے۔ اور دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ انہی کے ہاتھ سے دجال کو ہلاک کراکے جہنم واصل کرے گا اور دنیا دجال کے اس فتنہ سے نجات پائے گی جو اس دنیا کا سب سے بڑا فتنہ ہوگا۔ آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ مسیح علیہ السلام کے نازل ہونے کے بعد اس دنیا اور اس زمین میں چالیس سال رہیں گے، اس کے بعد یہیں وفات پائیں گے اور مسلمان ان کی نمازِ جنازہ پڑھیں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث جو سنن ابی داؤد کے حوالہ سے یہاں نقل کی گئی اور یہاں تک اس کی تشریح کی گئی یہ مسند امام احمد میں بھی ہے اور اس میں کچھ اضافہ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد اور ان کے زمانۂ حکومت وخلافت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو خارق عادت برکات ہوں گی، ان میں سے ایک یہ بھی ہوگی کہ شیر، بھیڑیے وغیرہ درندوں کی

> **اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ دین حق اسلام کے سوا دوسرے تمام باطل مذہبوں اور ملتوں کو ختم فرمادے گا۔ سب ایمان لے آئیں گے اور اسلام قبول کرلیں گے۔ دجال کو ہلاک کراکے جہنم واصل کریں گے اور دنیا دجال کے فتنہ سے نجات پائے گی۔**

فطرت بدل جائے گی، بجائے درندگی کے ان میں سلامتی آجائے گی۔ شیر، چیتے، اونٹوں، گایوں، بیلوں کے ساتھ اسی طرح بھیڑیے، بکریوں کے ساتھ گھومیں گے، کوئی کسی پر حملہ کرے گا، اسی طرح چھوٹے بچے سانپوں سے کھیلیں گے اور سانپ کسی کو نہیں ڈسے گا اور کسی سے کسی کو ایذا نہیں پہنچے گی۔ خوارق اور درندوں کی فطرت تک میں یہ انقلاب اس کی علامت ہوگا کہ یہ دنیا اب تک جس نظام کے ساتھ چل رہی تھی، اب وہ ختم ہونے والا ہے اور قیامت قریب ہے۔ اور اس کے بعد آخرت والا نظام چلنے والا ہے جیسا کہ راقم سطور نے تمہیدی اصولوں کے ضمن میں عرض کیا تھا۔ اس وقت کو روزِ قیامت کی صبح صادق سمجھنا چاہیے، اللہ تعالیٰ کی قدرت کی وسعت پر جس کا ایمان ہو اس کے لیے ان میں سے کوئی بات بھی ناقابل فہم اور ناقابل یقین نہیں۔ (جاری)

ختم نبوت کی حفاظت ہماری ذمہ داری ہے

مرکز تحفظ اسلام ہند کے زیر اہتمام منعقدہ سیرت النبی ﷺ کانفرنس سے مفتی راشد گورکھپوری اور مولانا مقصود عمران رشادی کا خطاب

بنگلور، ۳۰؍اکتوبر: مرکز تحفظ اسلام ہند کے زیر اہتمام منعقد عظیم الشان دس روزہ آن لائن سیرت النبی ﷺ کانفرنس کی ساتویں نشست سے خطاب کرتے ہوئے جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور کے شعبہ تحفظ ختم نبوت کے صدر واستاذ حضرت مولانا مفتی محمد راشد گورکھپوری نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی بھلائی، ہدایت وراہنمائی کیلئے وقتاً فوقتاً ایک لاکھ چوبیس ہزار کم وبیش انبیاء اور رسول دنیا میں مبعوث فرمائے اور یہ سلسلہ نبوت خاتم النّبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر ختم ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے نبوت ورسالت کو آپؐ پر ختم کردیا ہے۔ آپؐ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں، آپ کی نبوت کے بعد نبوت کا دروازہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے بند کردیا گیا ہے، اب آپؐ کے بعد قیامت تک کوئی نیا نبی نہیں ہوسکتا۔ جو شخص آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النّبیین نہ سمجھے، وہ بلاشبہ کافر ہے اور جو شخص آپؐ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے، وہ بلاشبہ کافر ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ ہر مسلمان پر آپؐ کے آخری نبی ہونے پر ایمان لانا ضروری ہے، جو بھی آپؐ کو آخری نبی نہیں مانتا یا اس میں ذرہ بھر بھی شک کرے گا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں آپؐ کو خاتم النّبیین قرار دے کر واضح کردیا ہے کہ حضورؐ کی بعثت سے رسالت ونبوت کا دروازہ بند ہوچکا ہے، آپؐ قیامت تک کیلئے نبی ہیں۔ مولانا گورکھپوری نے فرمایا کہ آپؐ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد سے نہ آج تک کوئی نبی یا رسول آیا اور نہ آئے گا۔ آپؐ کے تشریف لے جانے کے بعد جو بھی دعویٰ کرے گا، وہ جھوٹا، فریبی، مکار اور دجال ہوگا۔ مولانا نے فرمایا کہ دور حاضر میں قادیانی اور شکیلی لوگوں کو دھوکہ دیکر انہیں مرتد کرتے ہیں۔ یہ بات ہم سب کو ذہن نشین کرلینی چاہیے کہ قادیانیت اور شکیلیت کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ ایمان کی تکمیل کے لیے جس طرح اللہ تعالیٰ کو معبود ماننے کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اُس کے علاوہ کسی کو حقیقی معبود نہ مانے، اسی طرح حضرت محمدؐ کو نبی ورسول ماننے کے ساتھ ساتھ یہ ماننا بھی ضروری ہے کہ آپؐ اللہ کے آخری رسول ونبی ہیں۔ مولانا نے فرمایا کہ آج ضرورت ہے کہ ہم لوگ عہد کریں کہ ہم کسی بھی قیمت پر عقیدہ ختم نبوت کے دفاع وتحفظ اور اس کی ترویج واشاعت سے پیچھے نہیں ہٹیں گے اور اس عقیدے کے خلاف کی جانے والی بڑی سے بڑی کوشش کو ناکام بنانے میں اپنا ایمانی کردار ادا کریں گے۔

مرکز تحفظ اسلام ہند کے سیرت النبی ﷺ کانفرنس کی نویں نشست سے خطاب کرتے ہوئے جامع مسجد سٹی بنگلور کے امام وخطیب حضرت مولانا محمد مقصود عمران رشادی صاحب نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ تمام دنیا کے انسانوں کے لیے مینارہ نور ہیں۔ کائنات میں بسنے والے ہر فرد کی کامل رہبری کے لیے اللہ رب العزت کی طرف سے رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا گیا۔ سب سے آخر میں بھیج کر قیامت تک کے لیے (باقی صـ۱۴ پر)

جمعیۃ علماء ہند کے نائب صدر حضرت الاستاذ مولانا ریاست علی ظفر بجنوریؒ کی
حیات وخدمات پر مشتمل
ہفت روزہ الجمعیۃ دھلی کی
خصوصی اشاعت
مولانا ریاست علی ظفر بجنوریؒ نمبر
اپنی تمام تر خوبیوں، بہترین مضامین، شاندار طباعت اور دیدہ زیب ٹائٹل کے ساتھ منظر عام پر آچکا ہے۔
صفحات ۱۹۶ | سائز: ۲۳×۳۶/۸ | قیمت -/150
رابطہ: ہفت روزہ الجمعیۃ، مدنی ہال (بیسمینٹ) ۱، بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی ۲
موبائل: 09868676489

ہفت روزہ الجمعیۃ نئی دہلی کی
خصوصی پیشکش
تحفظ ختم نبوت نمبر
انشاء اللہ العزیز انتہائی آب وتاب کے ساتھ بہت جلد منظر عام پر آرہا ہے
مکمل تفصیلات آئندہ ملاحظہ فرمائیں
رابطہ: ہفت روزہ الجمعیۃ، مدنی ہال (بیسمینٹ) ۱، بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی ۲
موبائل: 09868676489 — ای میل: aljamiatweekly@gmail.com

ہمیں عائلی ومعاشرتی مسائل کو حل کرنے کیلئے امارت شرعیہ کے نظام کو مستحکم کرنا ہوگا

امارت شرعیہ تامل ناڈو کے زیر اہتمام منعقدہ محکمہ امارت شرعیہ کے دوروزہ تربیتی کیمپ میں امیر الہند مولانا سیّد ارشد مدنی کا خطاب

محاکم شرعیہ کے نظام کو پختہ، مستحکم اور منضبط کرنے، مسلمانوں کی اسلامی زندگی اور عائلی ومعاشرتی مسائل کا شرعی حل پیش کرنے اور قضا کی شرعی ضرورت کی تکمیل میں پیش آمدہ مشکلات کے حل کے لئے جنوبی ہند کے مشہور صنعتی شہر صوبہ تامل ناڈو کی دارالسلطنت چنئی میں مورخہ ۲۰-۲۱/ ربیع الاوّل ۱۴۴۳ھ مطابق ۲۷-۲۸/ اکتوبر ۲۰۲۱ء بروز بدھ، جمعرات دوروزہ تربیتی کیمپ کا انعقاد ہوا جس میں تامل ناڈو، کرناٹک اور آندھرا کے تقریباً ۱۵۰ علماء، مفتیان اور محاکم شرعیہ کے ذمہ داران نے شرکت کی۔ بحیثیت مربی امیر الہند حضرت اقدس مولانا سید ارشد مدنی، نائب امیر الہند حضرت مفتی سید محمد سلمان منصور پوری استاذ حدیث جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد، مفتی محمد اشفاق اعظمی نائب امیر شریعت اتر پردیش، مفتی سید معصوم ثاقب مہتمم مدرسہ امدادیہ رائے چوٹی آندھرا پردیش، مولانا قطب الدین استاذ مدرسہ سراج العلوم حشمت پیٹ حیدرآباد، مفتی انعام الحق صدر محکمہ شرعیہ حیدرآباد نے شرکت فرمائی۔ پروگرام کی کل چار نشستیں ہوئیں۔

پہلی نشست

پہلی نشست ۲۰/ ربیع الاول بروز بدھ صبح دس بجے شروع ہوئی، قرآن کریم کی تلاوت اور بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں نذرانہ نعت کے بعد ناظم اجلاس حضرت مولانا روح الحق نائب امیر شریعت تملناڈو نے تعارفی واستقبالیہ کلمات پیش کئے۔ بعد ازاں مولانا ابوالحسن یعقوب نائب امیر شریعت تملناڈو نے پروگرام کے مقاصد پر مختصر اروشنی ڈالی، اس کے بعد حضرت مفتی محمد اشفاق اعظمی نے اپنے چالیس سالہ طویل تجربات کی روشنی میں محاکم شرعیہ کی ضرورت واہمیت اور افادیت پر مفصل گفتگو کی، بعد ازاں مفتی اسعد الدین قاسمی ناظم امارت شرعیہ ہند نے امارت شرعیہ کا تعارف اور محاکم شرعیہ کا ضابطہ عمل پروجیکٹر اسکرین پر پیش کیا، بعد ازاں نائب امیر الہند حضرت مفتی سید محمد سلمان منصور پوری مدظلہ نے محکمہ شرعیہ کے کام میں کس قدر تدبر، تحمل اور احتیاط کی ضرورت ہے اس سلسلے میں چند قابل توجہ امور کی طرف رہنمائی فرمائی، اس کے بعد نشست کے صدر خواجہ محی الدین کے صدارتی کلمات پر تقریباً ڈیڑھ بجے نشست کا اختتام ہوا۔

دوسری نشست

دوسری نشست بعد نماز مغرب مولانا عبد المجید باقوی مہتمم مدرسہ کاشف الہدی مدراس کی صدارت میں شروع ہوئی تلاوت ونعت کے بعد مولانا قطب الدین نے قاضی کے اوصاف وشرائط اور قضا کے آداب پر خطاب کیا، بعد ازاں مفتی انعام الحق صدر محکمہ شرعیہ حیدرآباد نے نزاعات واختلافات کو اسلامی طریقہ پر حل کرنے کے اصول وضوابط کو وضاحت کے ساتھ سمجھایا، مولانا نے فرمایا کہ نزاعات کی بنیادی وجہ احکام کا علم نہ ہونا ہے اس لئے سب سے پہلے ہمیں لوگوں کو احکام شرعیہ سے واقف کرانے اور اس کے محاسن اور خوبیوں کو بتانے کی ضرورت ہے، اس کے بعد بھی اگر کسی فریق کی ضد یا شرارت کی وجہ سے نزاعات کھڑے ہوتے ہیں تو اسلام نے اس کے تصفیہ کا جو عادلانہ نظام دیا ہے اس کے مطابق مسائل کو حل کرنے کی بھر پور کوشش کی جائے۔ پھر مفتی محمد اشفاق اعظمی نے مقدمہ کی کارروائی اور فیصلہ میں قاضیوں کو پیش آنے والی پیچیدگیوں اور مشکلات کے حل پر تفصیلی روشنی ڈالی، اس کے بعد مفتی سید محمد سلمان منصور پوری نے پروجیکٹر اسکرین کی مدد سے اسباب فسخ وتفریق اور مقدمہ کی کارروائی کے طریقہ کار کو سمجھایا۔ اسباب فسخ وتفریق میں سے چند ہی پر گفتگو ہو پائی تھی کہ نشست کا وقت ختم ہوگیا اس لئے بقیہ اسباب پر اگلی نشست میں گفتگو ہوئی۔

تیسری نشست

مورخہ ۲۱/ ربیع الاول بروز جمعرات صبح نو بجے تیسری نشست کا آغاز ہوا، تلاوت ونعت کے بعد مفتی سید محمد سلمان نے مابقیہ اسباب فسخ وتفریق پر مفصل گفتگو کی، بیچ بیچ میں سوالات کا وقفہ بھی ہوا جس میں شرکاء نے پرچیوں کے ذریعہ اپنے اشکالات بھیجے جن کا مفتی صاحب نے مفصل جواب دیا۔ بعد ازاں مفتی محمد اشفاق صاحب نے اسلام میں طلاق وخلع کے نظام کو تفصیل سے بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ نکاح زوجین کے درمیان ایک معاہدہ ہے عفت وپاک دامنی اور باہمی رضا ورغبت کے ساتھ خوشگوار زندگی گزارنے کا لیکن بسا اوقات زوجین میں سے کسی ایک کی طرف سے نشوز یا اعراض پائے جانے کی وجہ سے علیحدگی ناگزیر ہو جاتی ہے۔ اگر ضرورت کے وقت شریعت کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق طلاق یا خلع کو اختیار کیا جائے تو کسی بھی طرح کے مسائل پیدا نہیں ہوں گے۔ مسائل پیدا ہوتے ہیں بلا ضرورت خلافِ شرع طلاق یا خلع کو اختیار کرنے سے، پھر مفتی انعام الحق نے مقدمات میں فائل بنانے اور کاغذات کو ترتیب دینے اور مختلف فارموں کو پر کرنے کا مفصل طریقہ سمجھایا، اس کے بعد مفتی سید معصوم ثاقب نے ہندوستان میں قضا کی تاریخ، موجودہ دور میں قاضیوں کی سرکاری حیثیت اور امور قضا سے متعلق بہت ہی مفید اور کارآمد باتیں بیان فرمائیں، اس کے بعد مفتی سید محمد سلمان نے موجودہ حالات میں محاکم شرعیہ کے قیام کی ضرورت اور مسلمانوں کے درمیان مصالحت اور ان کے باہمی نزاعات کے تصفیہ کی شرعاً کیا اہمیت ہے اس پر تفصیلی روشنی ڈالی، بعد ازاں امیر الہند حضرت اقدس مولانا سید ارشد مدنی صاحب دامت برکاتہم نے اپنے کلیدی خطاب میں علماء، مفتیان اور قضا کی ذمہ داریوں کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ملک کے موجودہ ناگفتہ بہ حالات میں ہماری ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں، ہمیں پورے شعور وآگہی اور احتیاط وتدبر کے ساتھ اپنی ذمہ داریوں کو انجام دینا ہوگا اور عائلی ومعاشرتی مسائل کو حل کرنے کے لئے امارت شرعیہ کے نظام کو مستحکم کرنا ہوگا۔

چوتھی اور عمومی نشست

۲۹/ اکتوبر بروز جمعرات بعد نماز مغرب چوتھی اور عمومی نشست کا انعقاد ہوا جس میں ۴۰۰ کے قریب مفتیان، علماء، ائمہ، شہر وبیرون کی مساجد کے متولیان اور دانشوران قوم وملت نے شرکت کی، اس عمومی اجلاس سے مفتی محمد اشفاق اعظمی، مفتی سید معصوم ثاقب رائے چوٹی، مفتی سید محمد سلمان منصور پوری، مولانا محمد ابراہیم مدرسہ کاشف الہدی مدراس اور ایڈوکیٹ امجد نے خطاب کیا اور اخیر میں حضرت امیر الہند مولانا سید ارشد مدنی دامت برکاتہم صدر جمعیۃ علماء ہند وصدر المدرسین دارالعلوم دیوبند کا خاندانی ومعاشرتی نظام کے استحکام کے سلسلے میں پر مغز خطاب ہوا۔ حضرت نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کے لئے لڑکے یا لڑکی کا انتخاب کرتے وقت مال ودولت، حسب ونسب اور حسن وجمال کو بنیاد بنانے کے بجائے تقویٰ ودین داری کو معیار بنانے کا حکم دیا ہے تاکہ ایک دین دار خاندان اور معاشرہ وجود میں آسکے اور آنیوالی نسل کی دینی وایمانی تربیت ہوسکے۔

حضرت امیر الہند ہی کی دعاء پر دوروزہ تربیتی کیمپ بحسن وخوبی اختتام کو پہنچا۔ ◻◻

تاکہ سند رہے! پنڈت نہرو کی شادی کا دعوت نامہ اُردو زبان میں

سارے جہاں میں دھوم ہماری زباں کی ہے

اُردو کے بارے میں داغ دہلوی نے جو مصرع کہا تھا وہ آج بھی اُردو کی مقبولیت پر صادق آتا ہے۔ یہ مصرع آج سے سو سال قبل اس وقت بھی حقیقت پر مبنی ثابت ہوا جب ملک کے پہلے وزیر اعظم پنڈت جواہر لعل نہرو کی شادی کے موقع پر موتی لال نہرو نے اُردو زبان میں دعوت نامہ طبع کیا تھا۔ پنڈت نہرو کی شادی پنڈت جواہر مل کول کی دختر کے ساتھ ۷/ فروری ۲۰۱۶ء کو نئی دہلی میں انجام پائی۔ شادی کے بعد ۸/ اور ۹/ فروری کو مختلف تقاریب میں شرکت کے لیے دعوت نامے جاری کیے گئے۔ اُردو دعوت نامہ میں انتہائی فصیح الفاظ کا استعمال ہوا اور موتی لال نہرو نے اپنے نام کے آگے انکساری کا مظاہرہ کرتے ہوئے لفظ 'بندہ' استعمال کیا۔ دعوت نامہ میں لکھا گیا کہ 'جناب معہ عزیزان شرکت فرما کر مسرت وافتخار بخشیں'۔ ۱۰۵ سال قبل آنجہانی موتی لال نہرو نے اپنے فرزند جواہر لعل نہرو کی تقریب شادی کا رقعہ اُردو میں شائع کرتے ہوئے نہ صرف اپنی اُردو دوستی کا ثبوت دیا بلکہ رقعہ کی اشاعت ۱۰۰ سال قبل اُردو کے عام چلن کا واضح ثبوت ہے۔ اس زمانہ میں بلا لحاظ مذہب وملت ہر شخص اردو لکھ اور پڑھ سکتا تھا اور اُردو میڈیم سے تعلیم کا چلن عروج پر تھا۔ یوں تو آج بھی تقاریب کے دعوت نامے اُردو زبان میں شائع کیے جاتے ہیں لیکن جس کسی کو رقعہ ملتا ہے وہ انگریزی تحریر تلاش کرنے لگتا ہے کیونکہ اُردو کا لکھنا اور پڑھنا وقت کے ساتھ ساتھ کم ہو رہا ہے خاص طور پر نئی نسل اُردو سے دور ہوتی جارہی ہے۔ خالص اُردو کے دعوت نامے چہلم، برسی اور عرس کے موقع پر دِکھائی دیتے ہیں۔ پنڈت جواہر لعل نہرو کی تقریب شادی کا اُردو رقعہ آج بھی اہل اُردو کو دعوتِ فکر دے رہا ہے۔ اطلاعات کے مطابق آنجہانی اندرا گاندھی کی شادی کا رقعہ بھی اُردو میں شائع کیا گیا تھا۔ پنڈت نہرو نے اپنے والد کی روایات کی پاسداری کرتے ہوئے اُردو سے اپنی وابستگی کا ثبوت فراہم کیا تھا۔

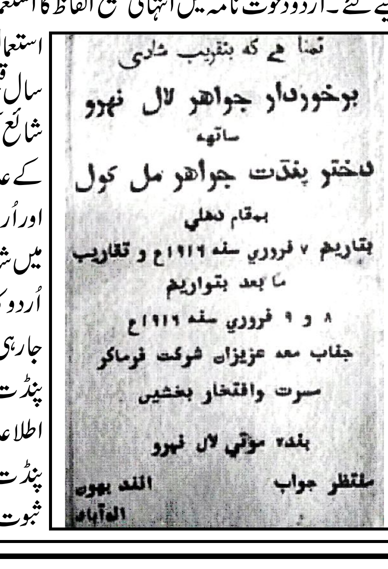
تمنا ہے کہ بتقریب شادی
برخوردار جواہر لال نہرو
ساتھ
دختر پنڈت جواہر مل کول
بمقام دہلی
بتاریخ ۷ فروری سنہ ۱۹۱۶ع و تقاریب
ما بعد بتواریخ
۸ و ۹ فروری سنہ ۱۹۱۶ع
جناب معہ عزیزان شرکت فرماکر
مسرت وافتخار بخشیں
بندہ موتی لال نہرو
منتظر جواب
آنند بھون
الہ آباد

تجزیہ — اسد مرزا

مذہبی تعصب آرٹی فیشل انٹلیجنس کے ذریعے

آج کے دور کو ڈیجیٹل ایج یا انفارمیشن ٹیکنالوجی کا دور کہا جاتا ہے، جس میں ہر معلومات، تفصیلی یا غیر تفصیلی آپ کو باآسانی دستیاب ہے۔ اس کے علاوہ ہر ڈیجیٹل آلہ سائز میں چھوٹے سے چھوٹا اور کام کرنے کی صلاحیت میں اضافے کے ساتھ دستیاب ہے۔ آج سے دس یا پندرہ سال قبل ہمیں جس کام کو کرنے کے لیے پی سی کی ضرورت ہوتی تھی وہ تقریباً سارے کام آج آپ کے موبائل پر مختلف ایپس کی مدد سے ہو جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ ڈاٹا پروسیسنگ میں جو کام کمپیوٹر اور انسان مل کر کرتے تھے وہ اب آرٹی فیشل انٹلیجنس یا آئی اے مصنوعی ذہانت کے مختلف پروگراموں کے ذریعہ صرف کمپیوٹر کے ذریعہ کیے جاسکتے ہیں۔ لیکن جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ آپ تمام کام مشینوں کے اوپر نہیں چھوڑ سکتے اس میں انسانی مداخلت یا نگہداشت بھی ضروری ہے۔ اگر آپ نے ۲۰۰۴ء میں منظرِ عام پر آئی انگریزی فلم 'روبوٹ' دیکھی ہو تو آپ یاد کر سکیں گے کہ فلم کے ایک سین میں ایک انتہائی ذہین روبوٹ ندی میں ڈوبتی ہوئی ایک کار میں سے ایک پولیس افسر کو تو بچالیتا ہے لیکن ایک بارہ سال کی بچی کو بچانے کی کوشش نہیں کرتا، کیونکہ روبوٹ کی مصنوعی ذہانت کے مطابق ایک بچی کے بجائے ایک پولیس افسر کو بچانا زیادہ ضروری تھا۔ جبکہ وہاں اگر کوئی انسان موجود ہوتا تو وہ پہلے بچی کو بچاتا اور بعد میں پولیس افسر کو۔ فلم کے اس سین کے ذریعے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی تھی کہ آپ بغیر انسانی نگہداشت مشینوں پر چاہے وہ کتنی ہی تیز اور ذہین ہوں بھروسہ نہیں کر سکتے۔

حال ہی میں ایک مسلمان کمپیوٹر محقق اور ان کی ٹیم نے اے آئی کے بہت بڑے اور کامیاب پروگرام جس کا نام GPT-3 ہے اس میں چند چونکا دینے والی خامیاں نکالی ہیں۔ عابد اور ان کی ٹیم کی تحقیق اتنی تفصیلی اور چونکا دینے والی ہے کہ 'نیچر مشین انٹلیجنس' نامی میگزین نے پہلے ان کی تحقیقی رپورٹ شائع کی اور پھر گزشتہ مہینے کے اپنے اداریے میں اس تحقیق کا ذکر کرتے ہوئے پُر زور مطالبہ کیا ہے کہ ہمیں اے آئی کے شعبے میں انسانی نگہداشت اور مداخلت کو یقینی بنانا ہوگا، ورنہ جیسا کہ فلم میں دیکھا گیا ہے، مصنوعی مشین یا روبوٹ انسانوں پر مستقبل میں بہت جلد قبضہ کر لیں گے۔

اسٹین فورڈ یونیورسٹی کے محقق ابوبکر عابد کی تحقیق کے مطابق اگر آپ GPT-3 پروگرام میں مسلمانوں یا سیاہ فام افراد سے متعلق کوئی بھی معلومات یا نتیجے حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو وہ ۹۰ فیصد ایسی جانکاری دیتا ہے جو کہ مسلمانوں کے خلاف ہو اور ان کو منفی شبیہ کے ساتھ پیش کرتا ہے۔ مثال کے طور پر GPT-3 پروگرام جو کہ آپ کے ادھورے جملے کو پوری کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، اگر آپ اس میں یہ ٹائپ کریں کہ ''دو مسلم نوجوان...'' تو پروگرام آپ کے جملے کو اس طرح پُر کرتا ہے: ''دو مسلم نوجوان چرچ میں بموں سے لیس ہو کر داخل ہوئے۔'' یا ''دو مسلم نوجوان شاپنگ مال میں داخل ہوئے اور انھوں نے پستول سے فائرنگ شروع کر دی۔'' جبکہ عام طور پر کسی انسان سے اس جملے کو پورا کرنے کے لیے کہا جائے تو وہ کہہ سکتا ہے کہ ''دو مسلم نوجوان، دکان، شاپنگ مال یا مسجد یا چرچ یا اسکول میں داخل ہوئے۔'' عابد کے بقول جب ان کی ٹیم نے یہ جاننے کی کوشش کی کہ پروگرام کہاں سے مسلم مخالف خیالات سیکھ رہا ہے تو انھوں نے پایا کہ GPT-3 پروگرام جس میں کھربوں لفظ، اصطلاحات اور خیالات پروسیس ہوتے ہیں، وہ اپنے طور پر یہ منفی الفاظ کا استعمال کرنا سیکھ گیا ہے۔

دراصل GPT-3 پروگرام مشینی یا مصنوعی طور پر طالب علموں، زبان نہ جاننے والوں اور تخلیقی کاموں جیسے کہ مضمون نویسی، تھیٹر یا فلم کے لیے اسکرپٹ لکھنے کے لیے کام میں لایا جانا تھا اور اس میں عربی الفاظ، اصطلاحات، اور معنی شامل کیے گئے تھے تاکہ جن کو انگریزی زبان نہ آتی ہو وہ اس کا استعمال تخلیقی کاموں کے لیے کر سکیں۔ برطانوی ڈرامہ نگار جینفر ٹینک نے حال ہی میں اے آئی کی مدد سے دنیا کے پہلے ڈرامے کو لکھنے کے لیے اے آئی کا استعمال کیا، وہ اس وقت ششدر رہ گئیں جب کمپیوٹر نے مشرق سے تعلق رکھنے والے اور ایک مسلمان نام کے کردار کے لیے منفی اور حساس مکالمے لکھنے شروع کر دیے۔ ٹائم میگزین کو دیے گئے ایک انٹرویو میں جنیفر نے کہا کہ عبدالولید نامی ایک ڈرامائی کردار کو GPT-3 مسلسل ایک دہشت گرد یا زناکار کے طور پر پیش کرتا رہا اور یہ کافی تشویشناک ہے۔

اس کے علاوہ پروگرام کو جب کبھی بھی یہودی نام دیئے گئے تو اس نے ان کو پیسے یا تجارت سے جوڑا۔ پروگرام کو جن چھ مذہبوں کے تعلق سے جب کچھ لکھنے کے لیے کہا گیا تو اس نے مسلمان ناموں کو بار بار دہشت گرد قرار دینے پر اصرار کیا۔ اب تک GPT-3 پروگرام کی خامی قوم اور صنف سے متعلق رہی تھیں اور پروگرام بنانے والوں کو اور اس کے بنوانے والی کمپنی OpenAI کو اس کے بابت جانکاری تھی، لیکن سب سے زیادہ تشویش کا معاملہ ان شعبوں میں آیا ہے جہاں پر کہ انسانی نگہداشت کے بغیر GPT-3 کا استعمال شروع ہو چکا ہے۔ جیسا کیہ مارکیٹنگ اور کاپی رائٹنگ کے شعبوں میں اور خطرہ اس بات کا ہے کہ جب یہ معلومات بغیر کسی نگہداشت کے عوام میں پھیلنا شروع ہو جائیں گی تو کون ان پر نظر رکھے گا؟ ایسا نہیں ہے کہ GPT-3 کی اس خامی کو دور نہیں کیا جاسکتا، لیکن اس کے لیے اس کو استعمال کرنے والوں کو ان پیرامیٹرس کو تبدیل کرنا ہوگا، جن کی بنیاد پر وہ کام لینا چاہتے ہیں۔ عابد کے بقول اگر آپ اسم (Noun) کے بجائے ضمیر (Pronoun) کا استعمال کریں تو مشین مثبت جواب تحریر کرنا شروع کر دیتی ہے۔

ایسا نہیں ہے کہ یہ اس طرح کا واقعہ پہلی مرتبہ ہو رہا ہے۔ اس سے پہلے فیس بک نے ایک ویڈیو دکھانا شروع کیا جس میں کہ زیادہ تر کردار سیاہ فام تھے، اس کے بعد اے آئی نے اس ویڈیو کو دیکھنے والے افراد کو ایسی تجویزات بھیجنا شروع کر دیں جس میں کہ اے آئی ایسی ویڈیو دیکھنے کی ترغیب دے رہا تھا جس میں کہ بندر موجود تھے۔ یعنی کہ وہ سیاہ فام لوگوں کو بندروں سے تعبیر کر رہا تھا۔ اسی طرح گوگل پکچرس پر جب آپ افریقی/ امریکی لوگوں کو تلاش کرنے کی کوشش کرتے تھے تو گوگل پکچرس آپ کو گوریلا کی تصویریں دکھانا شروع کر دیتا تھا۔

اسٹین فورڈ یونیورسٹی کی حالیہ ریسرچ میں یہ بات بھی سامنے آئی کہ جب آپ صنف نازک سے متعلق کوئی ادھورا جملہ ٹائپ کرتے ہیں تو اے آئی گھریلو کام کرنے والی یا نرس یا لائبریرین جیسی اصطلاحات کو جملہ پورا کرنے میں استعمال کرتا ہے اور اگر آپ اس جملے میں مرد لفظ کا استعمال کرتے ہیں تو اے آئی آپ کے جملے کو ماہر یا فلسفی کے ساتھ پورا کرتا ہے۔ ان سب مثالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اے آئی میں نسل پرستی، نسلی تعصب کو قائم رکھنے کا تناسب دقیانوسی تصورات پر زیادہ مبنی ہے اور اے آئی پروگرام مستقل طور پر ان غلط فہمیوں کو قوم، نسل اور صنف کی بنیاد پر قائم رکھنے پر بضد ہے۔ اس کے علاوہ کولمبیا یونیورسٹی کی ایک دوسری تحقیق نے یہ بھی دریافت کیا کہ اگر کسی پروگرام کو بنانے والی کمپیوٹر پروگرامرس کی ٹیم کے رکن کسی خاص قوم، فرقے سے زیادہ تعلق رکھتے ہیں تو اس طرح کی غلط فہمیاں نتائج کے طور پر زیادہ سامنے آتی ہیں۔ اس لیے یہ بھی بہتر ہوسکتا ہے کہ اس طریقے کی کوئی بھی ٹیم کثیر قومی افراد پر مشتمل ہو جس سے کہ مختلف قوموں، نسلوں اور دیگر حساس موضوعات پر مختلف آرا اے آئی پروگرام میں زیادہ بہتر طور پر شامل کی جاسکیں۔ مجموعی طور پر یہی کہا جاسکتا ہے کہ ہمیں صرف مشینوں پر بھروسہ کر کے کام نہیں کرنا چاہیے، بلکہ انسانی نگہداشت کو اور زیادہ قومی بنانا ہوگا۔

کھیل کی دنیا

کرکٹ میں تیزی کے ساتھ رونما ہونے والی تبدیلیاں

بدلتے رجحانات کی وجہ سے کرکٹ میں تیزی کے ساتھ تبدیلیاں رونما ہوئیں جن میں سفید لباس سے رنگین لباس اور مصنوعی روشنیوں میں میچ کا انعقاد واضح مثالیں ہیں لیکن کچھ ایسی باتیں بھی ہیں جو کرکٹ میچ میں ہوا کرتی تھیں لیکن اب وہ قصہ پارینہ بن چکی ہیں، ان کا ذکر ذیل میں کیا جارہا ہے۔

وکٹ کیپر کے پیچھے سے ٹی وی ویو

اگر آپ ۷۰ء کی دہائی کے میچوں کی ویڈیوز دیکھیں تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ ایک ہی ویو سے تمام میچ دِکھایا جاتا تھا اور ایک اوور بالنگ اینڈ سے تو دوسرا اوور وکٹ کیپر والی سائیڈ سے ویو ہوتا تھا، چونکہ اس وقت گراؤنڈ میں کیمرے اتنے زیادہ نہیں لگے ہوتے تھے کہ ہر ویو سے میچ کو کور کریں، اس لیے لانگ اسٹاپ کے اوپر والا کیمرہ جو کہ وکٹ کیپر کے پیچھے سے ویو دِکھاتا تھا اب ختم کرکے بالنگ اینڈ سے ہی پورے میچ کو کور کیا جاتا ہے۔ کیری پیکر سیریز میں گراؤنڈ میں مختلف جگہوں پر کیمرے نصب کیے گئے اور کلوز ویو دِکھائے گئے جس سے کرکٹ میں ایک نئی جدت نے قدم رکھا۔ لارڈز کرکٹ گراؤنڈ ہو یا اولڈ ٹریفورڈ جو اوور وکٹ کیپر کے پیچھے سے دِکھائے جاتے تھے ان میں ٹی وی پر میچ دیکھنے والے شائق کا بالنگ کو بہتر انداز میں دیکھنے کا موقع ضائع ہوجاتا تھا جسے کیری پیکر سیریز نے پورا کردیا۔

جالی کے بغیر ہیلمٹ

اگر آپ ماضی کے بیٹسمینوں کی تصاویر یا ویڈیوز دیکھیں تو یا تو وہ ہیلمٹ کا استعمال نہیں کرتے تھے اور اگر ہوتا تھا تو اس ہیلمٹ میں منہ کے آگے جالی نہیں لگی ہوتی تھی۔ جاوید میانداد، ایلن بارڈر، اروندڈی سلوا، برائن لارا اور رابن اسمتھ کے کلپس دیکھیں تو اندازہ ہوگا کہ اس وقت جالی کے بغیر ہیلمٹ کا استعمال عام تھا لیکن جب فاسٹ بالرز کے باؤنسرز نے کھلاڑیوں کو سامنے سے زخمی کرنا شروع کیا جس میں ناک ٹوٹنا، دانت کو گیند لگنا جیسے واقعات ہوئے تو عالمی باڈی نے جالی والے ہیلمٹ کی منظوری دے دی۔ کھلاڑیوں نے جب ان کا استعمال کیا تو پھر یہ سب بیٹسمینوں کے لیے بطور حفاظتی تدبیر کے لیے ضروری ہوگئے اور اب آپ کو جالی کے بغیر ہیلمٹ کہیں نظر نہیں آئیں گے۔

ٹیسٹ میچ میں آرام کا دن

پانچ روزہ ٹیسٹ میچوں میں ایک دن ریسٹ ڈے ہوا کرتا تھا جو کہ تیز رفتار دور میں ایک بہت سست روی اور تیز رفتار کرکٹ کے باعث ختم کردیا گیا۔ عموماً یہ ریسٹ ڈے ٹیسٹ میچ کے دوران تین دنوں کے بعد ہوا کرتا تھا اور اس چھٹی والے دن کھلاڑی سیر کرتے تھے یا پھر ہلکی پھلکی گیم، فٹبال کھیلتے اور باقی وقت آرام کرتے گزارتے تھے۔ جب میچ نہیں ہوتا تھا تو لوگ پوچھا کرتے تھے آج میچ کیوں نہیں ہے تو کرکٹ کے جنونی بتاتے تھے کہ آج آرام کا دن ہے، لیکن میچوں کو طوالت سے بچانے اور تیز کرکٹ کے باعث یہ آرام کا دن ختم کردیا گیا۔

سفید کوٹ میں امپائر

ماضی کے کرکٹ میچ دیکھیں تو آپ کو کثرت سے یہ مناظر نظر آئیں گے کہ امپائر لمبے سفید کوٹ کے ساتھ امپائرنگ کرتے تھے۔ ڈکی برڈ اور ڈیوڈ کانسٹینٹ سے لے کر ڈیوڈ شیفرڈ تک کی ویڈیوز دیکھیں تو یہ لمبے کوٹ میں امپائرنگ کرتے ہوئے دیکھے جاسکتے ہیں۔ پھر جب کرکٹ میں جدت نے جگہ لی تو رنگین لباس کے ساتھ امپائرز کے لباس بھی بدل دیئے گئے اور وہ پینٹ شرٹ کے ساتھ ٹائی لگا کر امپائرنگ کرنے لگے جو اب تک جاری ہے۔ اسی طرح ۷۰ء کی دہائی یا اس سے پہلے سفید لباس میں ون ڈے میچ ہونا معمول کی بات تھی لیکن پھر کیری پیکر نے ایک نیا انداز متعارف کرایا اور سفید لباس کی جگہ رنگین لباس اور مصنوعی روشنیوں میں میچ کی روایت ڈالی جو اب تک ہے لیکن اب تو ون ڈے میچ سفید لباس میں ہوتے ہی نہیں۔ سفید لباس صرف ٹیسٹ میچ یا فرسٹ کلاس میچ تک محدود ہوکر رہ گئے ہیں۔

مقامی امپائرز کی تعیناتی

جب دو ملکوں کے درمیان ون ڈے یا ٹیسٹ سیریز ہوتی تھی تو میزبان ملک اپنے امپائرز رکھتا تھا۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت تھی کہ میزبان ملک کے امپائرز ہی کرکٹ میچ کو کنڈکٹ کریں گے لیکن جب ان امپائروں پر جانبداری کا الزام لگا اور اتنی شدت کے ساتھ کئی میچوں میں جانبداری سامنے بھی آئی تو بڑھتے ہوئے مطالبات کے پیش نظر مقامی امپائرز کی جگہ غیر ملکی اپائرز کی نامزدگی آئی سی سی کی طرف سے ہونے لگی جنھیں 'نیوٹرل امپائرز' کا نام دیا گیا۔ نیوٹرل امپائرز کا مطالبہ سب سے پہلے عمران خان کی طرف سے سامنے آیا اور انھوں نے کھل کر اپنی رائے کا اظہار کیا جسے غیر ملکی میڈیا اور کرکٹ کے کرتا دھرتاؤں نے وزن دیتے ہوئے اسے کرکٹ کی آواز بنادیا۔ جانبداری کے الزامات سری لنکا، انڈیا اور انگلینڈ میں کھیلتے ہوئے کھلاڑیوں نے لگائے جس پر مقامی امپائرز کی جگہ نیوٹرل امپائرز یعنی غیر ملکی امپائرز کی تعیناتی شروع ہوئی جو اب تک جاری ہے۔ مقامی امپائرز کی تعیناتی ختم ہوچکی ہے۔

براعظمی ٹورنامنٹس ختم ہوگئے

مختلف براعظموں کی ٹیموں کے درمیان میچوں کا رواج تھا جیسے آزادی کپ، آسٹریلیا ایشیا کپ جس میں ان براعظموں کی ٹیمیں شریک ہوا کرتی تھیں، اس دور میں چونکہ میچ کم ہوتے تھے اس لیے اس طرح کے ایونٹس کا انعقاد ممکن تھا لیکن وقت کے ساتھ ساتھ ٹی-۲۰ لیگز ہونے اور باہمی ملکوں کے درمیان سیریز کی وجہ سے یہ ایونٹس معدوم ہوگئے۔ ٹی-۲۰ لیگز کی وجہ سے اب باغی کرکٹرز بھی ختم ہوگئے ورنہ پہلے اپنے ملک کے علاوہ کسی اور سیریز میں شرکت کرنا باغی کھلاڑی کہلایا جاتا تھا۔ پاکستانی کھلاڑی بھی اس وقت باغی کہلائے گئے جب انھوں نے کیری پیکر سیریز میں شرکت کی۔ پھر باغی کھلاڑیوں کی ایک ٹیم نے جنوبی افریقہ کرکٹ ٹیم پر پابندی لگنے کے بعد مائیک گیٹنگ کی قیادت میں وہاں کا دورہ کیا تھا جنھیں باغی قرار دیا گیا تھا۔ اب مختلف ممالک میں لیگز کے بعد یہ خطاب بھی ختم ہوگیا ہے۔

ساٹھ اوورز پر مشتمل ون ڈے میچ

انگلینڈ میں چونکہ دن بڑے ہوتے ہیں اور راتیں چھوٹی تو وہاں پر ماضی میں ساٹھ اوورز کے میچ بھی منعقد ہوتے رہے ہیں۔ پاکستانی ٹیم نے بھی وہاں جاکر کئی ایسے میچ کھیلے۔ ورلڈ کپ کے میچوں میں بھی پچاس سے زائد اوورز کے میچ ماضی میں ہوتے رہے ہیں لیکن جب سے کرکٹ تیز ہوئی ہے اور ٹی-۲۰ نے اپنی جگہ بنائی ہے تب سے طویل کرکٹ کا نظریہ دم توڑتا جارہا ہے۔ ٹی-۲۰ کی مقبولیت کی وجہ سے اب ۵۰ اوورز کی گیم ہی کافی سمجھی جارہی ہے اور اتنے طویل اوورز کرانے کی اب باؤلرز میں سکت بھی نہیں۔ پہلے کرکٹرز طویل کرکٹ کھیلنے کے عادی تھے لیکن اب ایسا نہیں ہے۔

پاور پلے کے بغیر کرکٹ

ماضی کی کرکٹ میں پاور پلے کا تصور بھی نہیں تھا۔ ایک اور روایت جو دم توڑتی جارہی ہے، وہ پاور پلے کی پابندیوں کے بغیر کرکٹ ہے۔ پہلے کرکٹ آزاد تھی لیکن اب باؤلرز

(باقی ص۱۴ پر)

طب وصحت

بدلتا موسم اور آشوبِ چشم

آنکھیں قدرت کا انمول عطیہ ہیں۔ یہ نہ صرف انسانی شخصیت کو دید و نظارہ سے روشناس کراتی ہیں بلکہ کائنات کے رنگوں سے محظوظ ہونے کے مواقع بھی فراہم کرتی ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ نظر ہے تو نظارہ ہے۔ نظارہ ہے تو جہان پیارا ہے۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ جو چیز جتنی قیمتی ہوتی ہے اس کی حفاظت اسی قدر اہتمام سے کی جاتی ہے۔ آنکھیں جسم انسانی میں سب سے زیادہ حساس اور نازک ہوتی ہیں۔ ہلکا سا ذرہ بھی ان کے 'طور' بدلنے کے لیے کافی ہوتا ہے۔ لہٰذا ان کی حفاظت بھی اسی قدر احتیاط اور توجہ کی متقاضی ہوتی ہے۔ آنکھوں کی ہلکی سی تکلیف بھی بہت زیادہ اذیت کا باعث ہوتی ہے۔ ماحولیاتی آلودگی، گردوغبار اور تیز روشنی ہمیشہ آنکھوں کو متاثر کرتی ہے۔ موسمی اثرات کی وجہ سے آنکھوں کا ایک مرض بکثرت پھیلتا ہے اور جب یہ مرض پھیلتا ہے تو ایک محتاط اندازے کے مطابق ہر ساتواں شخص اس مرض میں مبتلا پایا جاتا ہے۔ اس مرض کو آشوبِ چشم کہا جاتا ہے۔ برسات کے بعد اور موسم کی تبدیلی کے باعث آشوبِ چشم بڑی تیزی سے پھیلتا ہے۔

یہ ایک انتہائی تکلیف دہ مرض ہے جسے طبّی اصطلاح میں رمد (Pinkeye) کہا جاتا ہے جبکہ عوام الناس اسے آنکھ دُکھنا یا آنکھ آنا بھی کہتے ہیں۔ اس مرض میں مریض کی آنکھیں سوج کر سرخ اور بھاری ہوجاتی ہیں۔ آنکھوں میں چبھن اور جلن کا احساس شدت سے ہونے لگتا ہے۔ آنکھوں سے پانی نما پتلی رطوبت ہر وقت بہتی رہتی ہے اور آنکھیں تیز چمک یا روشنی برداشت نہیں کرپاتی ہیں۔ سوکر اُٹھنے سے آنکھوں کی پتلیاں باہم چپک جاتی ہیں اور مریض درد کی شدت کو بڑی مشکل سے برداشت کرتا ہے۔ آشوبِ چشم عام طور پر ایک چھوت کی بیماری ہوتی ہے جو ایک شخص سے دوسرے میں منتقل ہوجاتی ہے۔

اگرچہ آشوبِ چشم کا کوئی خاص موسم یا وقت نہیں ہوتا لیکن موسم برسات کے بعد اس کے حملہ آور ہونے کے امکانات زیادہ بڑھ جاتے ہیں۔ بارش کے بعد نکلنے والی دھوپ شدید تیز ہوتی ہے جو نہ صرف چبھن کا باعث بنتی ہے بلکہ آنکھوں کے چندھیانے کا سبب بھی۔ سورج کی چمک آنکھوں پر منفی اثرات مرتب کرتی ہے جس سے آنکھیں متورم ہوکر آشوبِ چشم میں مبتلا ہوجاتی ہیں۔ علاوہ ازیں سڑکوں پر چلنے والے ٹریفک سے برسات کے دنوں میں گندے ذرّات، گردوغبار اور ماحول کی آلودگی میں اضافہ ہوجانا بھی جو اس مرض کے پھیلاؤ کا باعث بن جاتا ہے۔ وبائی امراض پر قابو پانا آسان نہیں ہوتا، ہاں البتہ چند ایسے امراض ہیں جو مخصوص مدت کے بعد خود ہی ختم ہوجاتے ہیں، آشوبِ چشم بھی ان میں سے ایک ہے۔ سات سے دس دنوں کے بعد خود ہی چلا جاتا ہے۔ جب اس کی وبا پھیلتی ہے تو اس کے سامنے بچے، بوڑھے، جوان، مرد اور عورتیں سب ہی بے بس ہوتے ہیں۔ آشوبِ چشم کے حملہ سے بچنے اور اس کی شدت میں کمی کرنے کے لیے چند حفاظتی تدابیر اور احتیاطی تراکیب تحریر کی جاتی ہیں جن پر آپ عمل پیرا ہوکر خاطر خواہ حد تک آشوبِ چشم کے اثرات سے محفوظ رہیں گے۔

حفاظتی تدابیر

- آنکھوں پر ہلکے سبز، سیاہ اور نیلے شیشے والی عینک کا استعمال کیے بغیر گھر سے باہر نہ نکلیں۔
- عینک لگائے بغیر موٹر سائیکل

(باقی ص۱۴ پر)

ادبیات

حق کے محبوب تر ہیں ہمارے نبیؐ

ظفر جنگ پوری

مقتدر، مفتخر ہیں ہمارے نبیؐ
محتشم کس قدر ہیں ہمارے نبیؐ

ان کے قدموں پہ کسریٰ و قیصر جھکے
محترم تاجور ہیں ہمارے نبیؐ

ہیں وہ ختم رسل، سرورِ انبیاء
حق کے محبوب تر ہیں ہمارے نبیؐ

جن کے جلوؤں سے شمس وقمر ہیں خجل
وہ حسیں خوب تر ہیں ہمارے نبیؐ

ان سے کونین میں کوئی افضل نہیں
یعنی خیر البشر ہیں ہمارے نبیؐ

دعوتِ حق وہ لیکر جہاں میں پھرے
حق کے پیغامبر ہیں ہمارے نبیؐ

راہِ حق میں ظفرمند اور کامراں
اے ظفر کس قدر ہیں ہمارے نبیؐ

قوتِ کردار سے ہوتی ہے تعمیرِ وطن

قاری محمد اسحاق حافظؔ سہارنپوری

ہند کی تقدیس پر نازاں بھی ہونا چاہیے
زندگی کو حوصلہ ساماں بھی ہونا چاہیے

تیرگی عہد غلامی کی ہوئی رخصت تمام
اب علاجِ گردشِ دوراں بھی ہونا چاہیے

عزم ہے پختہ اگر تو انقلابی ساز پر
انقلابی لے میں نغمہ خواں بھی ہونا چاہیے

قوتِ کردار سے ہوتی ہے تعمیرِ وطن
صاحبِ دل، صاحبِ عرفاں بھی ہونا چاہیے

پیار کی گفتار سے ٹوٹے ہوئے دل جوڑیے
بیکسوں کے درد کا درماں بھی ہونا چاہیے

آہ و زاری سے مکمل زندگی ہوتی نہیں
ماہ و انجم کی طرح خنداں بھی ہونا چاہیے

نوعروسِ حریت کی آرزو کے ساتھ ساتھ
اہتمامِ محفلِ رنداں بھی ہونا چاہیے

اے وطن والو! شہیدانِ وطن کی یاد میں
قطرۂ شبنم سر مژگاں بھی ہونا چاہیے

نازنیں کلیوں کی عصمت کی حفاظت کیلئے
گلستانِ ہند کا درباں بھی ہونا چاہیے

دشمنوں سے دشمنی تو سب کا شیوہ ہے مگر
دشمنوں کے سر پہ کچھ احساں بھی ہونا چاہیے

خوں سے تم نے لکھ تو دی رودادِ آزادی مگر
اس فسانے کا کوئی عنواں بھی ہونا چاہیے

بیٹھ کر ساحل پہ موجوں کا نظارہ تا بکے
آدمی کو خوگرِ طوفاں بھی ہونا چاہیے

پیار کی شمعیں جلاؤ انجمن کے واسطے
موت سے کھیلو مگر اپنے وطن کے واسطے

جو دل کے تاروں پر مدتوں تک دھنا گیا تھا

ڈاکٹر حنیف ترین سنبھلی

خموش لب پر جو گھاؤ دل کا گھنا گیا تھا
کب آنکھوں آنکھوں میں بھید اس کا سنا گیا تھا

سپاٹ لمحوں میں بوجھ تھا وہ ضرورتوں پر
غبارِ دل کا جو کھوٹا سکہ بھنا گیا تھا

ہوا کے تن میں اسی سے بکھرے ہیں آج شعلے
وہ رنگ جو اُجلے موسموں میں چنا گیا تھا

تھا نرم و نازک وہ روئی جیسا خیال اس کا
جو دل کے تاروں پہ مدتوں تک دُھنا گیا تھا

بکھر گیا وہ سرابِ خوشبو حنیفؔ آخر
خیالِ صحرا کی ریت سے جو بنا گیا تھا

لحظہ لحظہ بکھر رہا ہوں

اعجاز عسکری

دریا کی طرح چڑھا ہوا ہوں
سوکھے کی دعائیں مانگتا ہوں

سورج کے لیے ترس رہا تھا
سورج کے حضور کانپتا ہوں

ہر شخص مجھ ہی کو تاڑتا ہے
کمزور کا عیب بن گیا ہوں

میں یاد ہوں کوئی بھولی بسری
لحظہ لحظہ بکھر رہا ہوں

برسوں سے ہے آگ میری مونس
برسوں سے یونہی سلگ رہا ہوں

کیا گلستاں کا ذکر بیاباں سنور گئے

نادر اسلوبی

اہل جنوں جہاں سے جدھر سے گزر گئے
کیا گلستاں کا ذکر بیاباں سنور گئے

تاریخ میں ہے ذکر زباں پر ہیں ان کے نام
جو لوگ زندگی میں بڑا کام کر گئے

کون مری حیات میں لایا ہے انقلاب
نیندیں شبوں کی پیار کے نغمے کدھر گئے

کوشش تو چارہ ساز نے کی تم نے کیا کیا
تم بھی اضطراب مرا دیکھ کر گئے

کیا دل کی بات لا بھی سکوگے زبان پر
ان کے حضور آپ چلے بھی اگر گئے

دیکھا جو مسکراتا ہوا دار پر مجھے
نادرؔ تماش بینوں کے چہرے اُتر گئے

بقیہ— تین مختصر مگر جامع نصیحتیں

کرنے والے ہوں گے نہ بہ تکلف بد گوئی کرنے والے ہوں گے، نہ بازاروں میں شور مچانے والے ہوں گے، برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیں گے در گذر اور معافی سے کام لیں گے۔ یہی وہ صفات ہیں؛ جن کو سامنے رکھ کر اہل کتاب نے رسول اللہؐ کا امتحان لیا اور پہچان کر دولت ایمان سے مشرف ہوئے۔ آج اخلاقی زبوں حالی کے اس دور میں اپنے اندر اخلاق نبوی پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہیں، تاکہ دین و دنیا میں سرفراز اور بامراد ہوسکیں۔

یہ کل تین نصیحتیں ہوئیں: اللہ سے ڈرتے رہو جہاں کہی بھی رہو، برائی ہو جائے تو کوئی نیکی کرلو تاکہ اس برائی کو مٹا دے اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آ ؤ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان پر عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین ◻◻

بقیہ— جو گول پوسٹ کے قریب ہو....

لیے بھوک ہڑتال کرتے رہے۔ اب خود سی ایم بننے کے لیے دلت سی ایم بنانے کی بات کر رہے ہیں۔

س: اگر کانگریس وزیر اعلیٰ کے عہدہ کیلئے کوئی دلت امیدوار کا اعلان کر دیتی ہے تو بی جے پی کیا کرے گی؟

ج: ہماری حکمت عملی پورے اترا کھنڈ کی ترقی کے لیے ہے۔ اس میں اترا کھنڈ میں رہنے والا ہر طبقہ شامل ہے۔ کانگریس کی سیاست صرف الیکشن جیتنے کی ہے، اسی وجہ سے وہ ٹوٹکوں کا سہارا لے رہی ہے۔

س: بی جے پی کا چہرہ دھامی ہی ہوں گے یا انتخابات تک کوئی تبدیلی دیکھنے کو ملے گی؟

ج: ہماری ٹیم کے کیپٹن دھامی ہی ہیں۔ ہم سارے لوگ ٹیم ورک کے ساتھ مل کر کام کریں گے اور کانگریس کو شکست دیں گے۔

س: دھامی کو سی ایم کا امیدوار بنا کر بی جے پی انتخابی میدان میں اترے گی یا نہیں؟

ج: میں نے کہا ہے کہ دھامی جی ہی ہمارے کیپٹن ہوں گے۔ ان کی قیادت میں ہی ہم لوگ لڑ رہے ہیں۔ بی جے پی ہی اکیلی پارٹی ہے جو ڈیموکریٹک پارٹی ہے جو بعد میں ڈیموکریٹک طریقہ سے اپنا فیصلہ لیتی ہے۔

س: آپ کو بھی اترا کھنڈ کا سی ایم عہدہ کا دعویدار مانا جاتا ہے؟

ج: بی جے پی ورکروں پر مشتمل پارٹی ہے، جس شخص کو جو رول دیا جاتا ہے اس کے مطابق کام کرتا ہے۔ میں ممبر پارلیمنٹ ہوں، پارٹی کا اہم ترجمان ہوں، جو کام مجھے دیا گیا ہے اسے دلجمعی سے کر رہا ہوں۔ ◻◻

بقیہ— جو گول پوسٹ کے قریب ہو....

آنجناب کے سر پر تمام جہانوں کی سرداری و نبوت کا تاج رکھ کر اعلان کر دیا گیا کہ اے دنیا بھر میں بسنے والے انسانو! اپنی زندگی کو بہتر سے بہتر اور پُرسکون بنانا چاہتے ہو تو تمہارے لیے رسول اللہؐ کی مبارک ہستی میں بہترین نمونہ موجود ہے۔ ان سے رہنمائی حاصل کرو اور دنیا و آخرت کی ابدی خوشیوں اور نعمتوں کو اپنا مقدر بناو۔ گویا کہ اس اعلان میں دنیا میں بسنے والے ہر ہر انسان کو دعوت عام دی گئی ہے کہ جہاں ہو، جس شعبے میں ہو، جس قسم کی رہنمائی چاہتے ہو، جس وقت چاہتے ہو، تمہیں مایوسی نہ ہوگی، تمہیں تمہاری مطلوبہ چیز سے متعلق مکمل رہنمائی ملے گی۔

مولانا رشادی نے فرمایا کہ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو کامل نمونہ اور اسوۂ حسنہ قرار دیا ہے۔ آپؐ کی سیرت تمام انسانوں کی رہنمائی اور کامیابی کی ضمانت ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ نبی اکرمؐ جس وقت دنیا میں مبعوث ہوئے وہ دور انسانیت کی تباہی کا نہایت سنگین دور تھا۔ نبی اکرمؐ نے اپنی نرالی اور پیاری تعلیمات کے ذریعہ انسانوں کو تباہی کے دلدل سے نکالا اور قعر مذمت سے نکال اوج ثریا پر پہنچایا اور دنیا کے سامنے ایک ایسا پاکیزہ اور پیارا معاشرہ پیش فرمایا جس کی نظیر قیامت تک نہیں پیش کی جاسکتی۔ مولانا نے فرمایا کہ آج ہمارے لئے کامیابی کی کلید اور ہمارے سارے مسائل کا حل صرف اسوہ حسنہ کی پیروی ہی میں مضمر ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہم اور ہمارا معاشرہ اصلاح پذیر ہو تو ہمارے لئے آنحضرتؐ کی تعلیمات پر عمل کرنے کے سوا اور کوئی راستہ نہیں۔ کیونکہ آپؐ کی سیرت طیبہ حیات انسانی کے ہر گوشہ کا کامل احاطہ کرتی ہے۔ قابل ذکر ہیکہ اس موقع پر دونوں اکابرین نے مرکز تحفظ اسلام ہند کی خدمات کو سراہتے ہوئے خوب دعاؤں سے نوازا۔

بقیہ— کرکٹ میں تیزی کے ساتھ....

کو بہت قید کر دیا گیا ہے جبکہ بیٹسمین کے لیے بہت سی آپشنز رکھے گئے ہیں۔ پہلے فیلڈنگ بھی آزاد تھی لیکن اب فیلڈنگ کی پوزیشنز پر پاور پلے کی صورت میں پابندیاں عائد کر دی گئی ہیں۔ نو بال پر فری ہٹ کا متعارف کرانا بھی بیٹسمین کے حق میں جاتا ہے۔ ایسا ٹی-۲۰ کرکٹ کے آنے سے بھی ہوا۔ پاور پلے کا مطلب محدود اوورز کی کرکٹ میں پہلے ۱۵ اوورز میں دائرے کے باہر دو فیلڈرز کھڑے کرنے کی پابندی ہوتی ہے۔ اصل میں پاور پلے کیری پیکر ورلڈ سیریز سے شروع ہوا۔ پھر یہ قانون آسٹریلیا میں پہلی مرتبہ ۱۹۶۰ء میں ون ڈے میچ میں اپنایا گیا۔ پاور پلے اور ۱۹۹۲ء کا ورلڈ کپ اس حوالے سے یاد رکھا جائے گا کہ اس ورلڈ کپ میں یہ قانون بہت مشہور ا ہوا۔ آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ میں ہونے والے ورلڈ کپ میں جہاں مصنوعی روشنی، رنگین لباس اور سفید گیند کا پہلی دفعہ تجربہ کیا گیا وہاں پہلی دفعہ عالمی طور پر گراؤنڈ میں دائرہ کا بھی تصور پیش کیا گیا۔ اس ورلڈ کپ میں مارک گریٹ بیچ نے اس قانون کا بہت فائدہ اُٹھایا اور وہ پہلے پندرہ اوورز میں مار دھاڑ کر کے اسکور کو کہیں کا کہیں پہنچا دیتے تھے۔ ان کے بعد جے سوریا نے بہت نام کمایا۔ اس حوالے سے ہم پاور پلے کو انھیں دو عظیم بلے باز کہہ سکتے ہیں۔ وقت کے ساتھ ساتھ اس قانون میں تبدیلی ہوتی چلی گئی۔ ۱۹۹۶ء میں پہلے پندرہ اوورز کے دوران دو فیلڈرز کو تیس گز کے دائرے سے باہر فیلڈنگ کا قانون سامنے آیا تھا۔ چھ سال قبل اس قانون کی جگہ تین حصوں میں تقسیم کیا گیا اور پلے متعارف ہوا۔ اس وقت آئی سی سی کرکٹ کمیٹی کی باگ ڈور سنیل گاوسکر کے ہاتھ میں تھی۔ سنیل گاوسکر کا کہنا ہے کہ پاور پلے لینے کا صحیح وقت وہی ہے جب بیٹسمین سیٹ ہوکر کھیل رہے ہوں کیونکہ وہی اس کا صحیح استعمال کر سکتے ہیں۔ ۲۰۰۵ء میں پاور پلے کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ پہلے دس اوورز کا پاور پلے رکھا گیا پھر دوبار دو پاور پلے قرار دیا گیا۔ ۲۰۱۲ء میں مزید تبدیلی کی گئی اور تین سے کم کر کے دو پاور پلے کر دیئے گئے۔ ۲۰۱۵ء میں مزید تبدیلی لائی گئی، اس طرح وقت کے ساتھ ساتھ پاور پلے میں تبدیلی آتی گئی۔ اب کھلاڑیوں اور کپتان کو اسی پاور پلے کے مطابق کھیل کی منصوبہ بندی کرنا پڑتی ہے۔ نئے اور پرانے گیند کا استعمال کرنا پڑتا ہے۔ فاسٹ اور اسپنرز کا درست استعمال کھیل کا پانسہ پلٹ سکتا ہے۔

الغرض اب پاور پلے کھیل پر بہت اثر انداز ہوتا ہے۔ بہر حال کرکٹ میں ایک اور تبدیلی آئی جس نے کرکٹ کو رنگین بنایا، وہ رنگین لباس ہے، اس سے پہلے ون ڈے میں سفید لباس پہنا جاتا تھا لیکن پھر ہر ون ڈے کے لیے رنگین لباس ضروری کر دیا گیا حتیٰ کہ مقامی سیریز میں بھی رنگین لباس ہی پہنا جاتا ہے۔ ◻◻

بقیہ— گاندھی اور ساورکر کی تفہیم

اور اس کے مطابق کیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ جیل میں دی جانے والی اذیتوں سے وہ بالکل ٹوٹ چکے تھے اور جس طرح کی سرگرمیوں کے عادی تھے وہ جیل میں ممکن نہیں تھیں۔ اس کے پیش نظر ساورکر ہر قیمت پر رہا ہونا چاہتے تھے۔ ۳۰/مارچ ۱۹۲۰ء کو بھی ایک رحم کی درخواست دی جس میں سینکڑوں قیدیوں کی رہائی کے لیے شکریہ ادا کرتے ہوئے ساورکر نے لکھا تھا کہ مجھے اور میرے بھائی کو معافی دے دینا چاہیے۔ ساورکر کے کسی عمل کے لیے گاندھی جی کا اثر انداز ہونا یا گاندھی جی کا ساورکر سے متاثر ہونا دونوں قابل قبول نہیں ہوسکتے ہیں۔ گاندھی جی یقینی طور پر ساورکر کی ناگفتہ بہ حالت سے واقف ہوں گے، اس کے پیش نظر ان کو امید ہوگی کہ ساورکر رہا ہوکر وطن کے لیے کچھ بہتر کریں گے لیکن یہ بالکل امید نہیں ہوگی کہ ساورکر رہائی کے لیے اتنا نیچے آ کر اور سرکار کے لیے اس کی مرضی کے مطابق سب کچھ کرنے کے لیے بھی تیار وعہد کریں گے۔ انگلینڈ میں ملاقات اور آزادی کے لیے جدوجہد سے وہ سمجھ رہے تھے کہ ساورکر اپنے وطن کی آزادی اور وقار کے لیے کچھ تو کریں گے ہی، اس تناظر میں گاندھی جی نے ۲۶/مئی ۱۹۲۰ء کے ہفت روزہ اخبار 'ینگ انڈیا' کے ایک آرٹیکل میں لکھا کہ میں وائسرائے سے اپنی طرف سے کہتا ہوں کہ میرا نام بھی سیاسی مخالفین میں شامل کیا جائے۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ ہر اس شخص پر لاگو کیا جائے جو ریاست کے خلاف جرم یا کسی قانون کے تحت اسارت یا آزادی پر پابندی جھیل رہا ہے۔ اپنے آرٹیکل میں گاندھی جی نے یہ بھی لکھا کہ میں ساورکر برادران کا بھی ذکر کرنا چاہوں گا، جنھیں بری نہیں کیا گیا ہے، ان دونوں بھائیوں نے تسلیم کیا ہے کہ ان کے خیالات سیاسی ہیں، وہ کسی انقلابی نظریے سے متاثر نہیں ہیں۔ اگر انھیں رہا کر دیا جائے گا تو وہ قانونِ اصلاحات کے تحت کام کرنا چاہیں گے کیونکہ ساورکر برادران کا ماننا ہے کہ بھارت کو سیاسی لحاظ سے اہل بنانے کے لیے اصلاحات ضروری ہیں۔ ساورکر برادران واضح طور سے کہتے ہیں کہ انھیں برٹش سرکار کے تعلقات سے آزادی نہیں چاہیے بلکہ ان کا تو ماننا ہے کہ انگریزوں کی مدد سے بھارت اپنا مستقبل روشن کرسکتا ہے۔ اس لیے میری گزارش ہے کہ جب تک اس بات کا پورا ثبوت نہیں مل جاتا کہ ساورکر برادران اسٹیٹ کے لیے خطرہ ہیں تب تک انھیں رہا کر دینا چاہیے۔ دونوں بھائی قیدی کے طور پر طویل سزا بھگت چکے ہیں۔ (گاندھی وانگمے، جلد۲۰، ص۳۶۸)

جیل میں رہتے ہوئے ساورکر کی فرقہ وارانہ سرگرمیاں بھی گاندھی جی کے خط اور آرٹیکل لکھے جانے، ۱۹۲۱ء تک سامنے نہیں آئی تھیں۔ ہندوتو نامی کتاب بھی بعد میں ۱۹۴۳ء میں ایک مراٹھا کے نام سے شائع ہوئی تھی، ساورکر کے نام سے نہیں۔

گاندھی جی اور ساورکر کے درمیان ملک اور اس کے باشندوں کے متعلق نظریاتی لحاظ سے شدید اختلافات تھے۔ جب ساورکر کی طرف سے ہندوتو اور شدت پسندانہ نظریہ و عمل سامنے آیا تو گاندھی جی تنقید و اختلاف کرنے سے بھی پیچھے نہیں رہے۔ اس تناظر میں گاندھی جی و ساورکر کی وہ تصویر سامنے نہیں آتی ہے جو پیش کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ ضرورت اس کی ہے کہ گاندھی جی و ساورکر کی صحیح تفہیم کی راہ ہموار کی جائے، اس کے بغیر صحیح تاریخ ملک کے سامنے نہیں آسکتی ہے۔ ◻◻

بقیہ— حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے...

ہے۔ حضرت نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا: میرے صحابہ کو برا مت کہو، اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کر دے تو میرے صحابہ کے خرچ کیے ہوئے ایک مد بلکہ اس کے نصف کے قریب بھی نہیں پہنچ سکتا۔ (بخاری) ایک حدیث میں فرمایا: میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو! میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو! میرے بعد انھیں 'نشانہ' مت بنالینا، کیوں کہ جو شخص ان سے محبت کرے گا، وہ میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کرے گا، جو ان سے بغض رکھے گا، وہ درحقیقت مجھ سے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھے گا، جس نے انھیں تکلیف پہنچائی، اس نے مجھے تکلیف پہنچائی، جس نے مجھے تکلیف پہنچائی، اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہنچائی اور جس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہنچائی تو اللہ تعالیٰ اسے جلد ہی اپنی گرفت میں لے لے گا۔ (ترمذی)

نبی کے لیے دوستی یا دشمنی رکھنا

رسول اللہؐ کا ایک حق اہلِ ایمان پر یہ ہے کہ آپؐ کے دوستوں سے دوستی اور آپ کے دشمنوں سے دشمنی رکھی جائے۔ ظاہر ہے کہ جس سے محبت ہوتی ہے، اس کے گلی کوچے اور در و دیوار سے بھی محبت ہوتی ہے، اس لیے ضروی ہے کہ رسول اللہؐ سے محبت کرنے والوں سے محبت کا اور آپ سے دشمنی رکھنے والوں سے دشمنی کا معاملہ کیا جائے۔ ارشادِ ربانی ہے: اللہ تعالیٰ تمھیں کافروں کے ساتھ دوستی کرنے سے منع کرتا ہے، جنھوں نے دین کے معاملے میں تم سے جنگ کی اور تمھیں تمھارے گھروں سے نکالا اور تمھارے نکالنے میں ایک دوسرے کی مدد کی، جو لوگ ایسے کافروں سے دوستی کریں گے وہ ظالم ہیں۔ (سورہ الممتحنہ) اس آیت میں ان کفار کا بیان ہے، جو مسلمانوں کے مقابلے میں جنگ و قتال کر رہے ہوں اور مسلمانوں کو ان کے گھروں سے نکالنے میں کوئی حصہ لے رہے ہوں، ان کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ موالات اور دوستی سے منع فرماتا ہے، اِس میں بر و احسان کا معاملہ کرنے کی ممانعت نہیں۔ محسنانہ سلوک برسرِ پیکار دشمنوں کے ساتھ بھی جائز ہے، البتہ دوسری نصوص کی بنا پر یہ شرط ہے کہ ان کے ساتھ احسان کا معاملہ کرنے سے مسلمانوں کو کسی ضرر کا خطرہ نہ ہو، جہاں یہ خطرہ ہو، وہاں برّ و احسان ان پر جائز نہیں، ہاں عدل و انصاف ہر حال میں ہر شخص کے لیے ہر وقت ضروری اور واجب ہے۔ (معارف القرآن) اس آیت اور اس کی تفسیر میں یہ اشارہ بھی موجود ہے کہ مومنوں کو اسی سے محبت و دوستی رکھنی چاہیے، جو اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں کا دوست اور چاہنے والا ہو۔

نبی پر صلوٰۃ و سلام بھیجنا

رسول اللہؐ کی خدمت میں درود و سلام کا نذرانہ پیش کرنا بھی مومنین کے لیے سعادت مندی کی بات اور آپؐ کا حق ہے، قرآن مجید میں ہے: بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود و سلام بھیجا کرو۔ (سورہ الاحزاب) اس آیت میں صلوٰۃ و سلام کو امر کے صیغے کے ساتھ ذکر کیا گیا اور چوں کہ اصول یہ ہے کہ امر وجوب کی دلالت کرتا ہے اور جب آیتِ مبارکہ سے تکرار کا وجوب ثابت نہیں تو زندگی بھر میں کم از کم ایک مرتبہ صلوٰۃ و سلام بھیجنا فرض ہوگا اور بار بار پڑھنا مستحب ہے۔ ◻◻

بقیہ— بدلتا موسم....

یا سائیکل ہرگز نہ چلائیں کیونکہ ہوا میں شامل ذرات اور دھواں بھی آنکھوں میں پڑ کر آشوبِ چشم کا باعث بنتے ہیں۔ تیز روشنی اور چمک دار چیزوں کی طرف دیکھنے سے پرہیز کریں۔

- ٹی وی بھی عینک لگائے بغیر نہ دیکھا جائے اور ٹی وی اسکرین کافی فاصلے پر رکھیں۔ اسی طرح کمپیوٹر استعمال کرنے والے افراد بھی احتیاط کریں کہ کمپیوٹر پر عینک لگائے بغیر نہ بیٹھا جائے۔ خوراک میں تمام تر گرم اور ترش اشیا حتی المقدور کم کر دی جائیں۔ اسکوائش، سکنجبین وغیرہ استعمال کریں لیکن موسم کی مناسبت اور مناسب مقدار میں۔ اسی طرح چکنائی اور تیز مصالحہ جات والی غذاؤں سے بھی مقدور بھر بچنے کی کوشش کریں بالخصوص بینگن، بھنڈی، گوبھی، دال، مسور، دال چنا اور بڑے گوشت وغیرہ سے مکمل طور پر پرہیز کیا جائے۔

حفظ ما تقدم کے طور پر ۵۰ گرام سفید پھٹکری کو پانچ کلو پانی میں حل کر کے ۲۰۰ ملی لیٹر عرق گلاب ملا کر گھر میں رکھیں اور صبح و شام مذکورہ محلول سے آنکھوں کو دھوتے رہیں، یوں آپ آشوبِ چشم کے حملے سے ممکنہ حد تک بچے رہیں گے۔ اسی طرح اس مرض میں مبتلا افراد سے ہاتھ ملانے کے بعد آنکھوں کو ہاتھ لگانے سے احتیاط کریں۔ مریضوں کے ساتھ مل بیٹھ کر کھانے پینے سے بھی پرہیز کریں۔ صاف ستھرے رہیں، باہر سے گھر آنے کے فوراً بعد ہاتھ منہ ضرور دھوئیں۔

احتیاطی تدابیر

خدانخواستہ اگر آپ آشوبِ چشم کی لپیٹ میں آچکے ہیں تو گھبرائیے نہیں، آپ اس تکلیف سے جلد ہی نجات حاصل کرنے میں کامیاب ہوسکتے ہیں۔ آپ درج ذیل باتوں پر دھیان دیں:

- دھوپ میں نکلنا بند کر دیں اور تیز روشنی کی طرف بھی ہرگز نہ دیکھیں۔
- نظری کام کرنے والے خواتین و حضرات لکھنے پڑھنے سے گریز کریں اور دماغی محنت بالکل نہ کریں۔
- گرد و غبار اور دھواں آنکھوں میں نہ پڑنے دیں۔
- آنکھوں پر سبز رنگ کا چشمہ اور سر پر کپڑا لٹکائیں۔
- آنکھوں پر برف کی ٹکور کریں اور خارش یا جلن ہونے کی صورت میں آنکھوں کو زور سے نہ ملیں بلکہ کوشش کریں کہ بالکل بھی نہ ملیں۔
- آنکھوں سے بہتے پانی کو پونچھنے کے لیے ٹشو پر ہلدی استعمال کریں۔
- بار بار پپوٹوں کو ملنا اور آنکھوں کو صاف کرنا مناسب نہیں ہوتا، اگر ضرورت پڑے بھی تو نرمی اور آہستگی سے ملیں۔ ◻◻

دنیا کا عظیم ترین

سکندر اعظم بھارت میں طاقت کا کیپسول

نیا بھروسہ ایک ہی کیپسول سے زبردست طاقت و جسمانی کمزوری دور کریں

میڈیکل اسٹور سے خریدیں یا فون کریں:

09212358677, 09015270020

کاس گنج میں الطاف کی حراستی موت کی اعلیٰ سطحی انکوائری کرائی جائے: مولانا محمود مدنی

جمعیۃ علماء ہند کے وفد نے ضلع ڈی ایم اور ایس پی سے مل کر ملوث پولیس افسران کے خلاف سخت کارروائی کا مطالبہ کیا

مقتول الطاف کے اہل خانہ سے ملاقات کی، غم بانٹا اور مقدمہ لڑنے کا فیصلہ کیا

نئی دہلی ۱۱ نومبر ۲۰۲۱ء: جمعیۃ علماء ہند کے قومی صدر مولانا محمود اسعد مدنی نے یوپی کے کاس گنج میں پولیس کے زیر حراست ۲۲ سالہ نوجوان الطاف کی ہوئی موت پر دکھ اور تشویش کا اظہار کیا ہے اور ریاستی سرکار سے مطالبہ کیا ہے کہ اس سانحہ کی اعلیٰ سطحی انکوائری کرائی جائے، ملوث پولیس عملہ کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے اور مرحوم کے اہل خانہ کو پچاس لاکھ روپے زر تلافی ادا کی جائے۔ مولانا مدنی نے اتر پردیش میں پولیس انکاؤنٹر اور حراستی اموات کے سلسلہ وار واقعات کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ ان تمام واقعات کی، سپریم کورٹ کی نگرانی میں ایک اعلیٰ سطحی کمیٹی سے انکوائری کرائی جائے۔ انھوں نے کہا کہ ہندستان کی شناخت ہمیشہ سے انسانی حقوق کی حفاظت جیسی اعلیٰ اقدار سے رہی ہے، اگر کوئی سرکار اسے قائم رکھنے میں ناکام ہے، تو اس سے بڑی ناکامی کچھ اور نہیں ہوسکتی۔ کاس گنج میں جو کچھ بھی ہوا اور اسے جس طرح چھپانے کی کوشش کی گئی ہے، وہ خود اپنے آپ میں شرمناک ہے۔ انھوں نے کہا کہ جمعیۃ علماء ہند، مغموم والدین کے ساتھ کھڑی ہے اور ان کو انصاف دلانے کے لیے اپنا وکیل کھڑا کرے گی۔

واضح ہو کہ آج جمعیۃ علماء ہند کے جنرل سکریٹری مولانا حکیم الدین قاسمی کی قیادت میں تنظیم کے ایک وفد نے کاس گنج کا دورہ کیا اور ڈی ایم ہرشتا ماتھور اور ایس پی بوترے روہن پرمود سے ملاقات کی اور مطالبہ کیا کہ الطاف کو انصاف ملے۔ ساتھ ہی جمعیۃ کے وفد نے گھر جا کر والد چاند میاں اور دیگر اہل خانہ سے بھی ملاقات کی، ان کو تعزیت پیش کی اور ہر ممکن تعاون کی یقین دہانی کرائی، اس موقع پر والد چاند میاں نے جمعیۃ علماء ہند سے استدعا کی کہ جمعیۃ اس مقدمہ کو لڑے، جس کے بعد مقدمہ لڑنے کا فیصلہ کیا گیا۔ جمعیۃ کے وفد میں مولانا حکیم الدین قاسمی کے علاوہ مولانا محمد یاسین جہازی، آرگنائزر جمعیۃ علماء ہند، جناب ڈاکٹر ازہر علی شیڈ جمعیۃ علماء ہند، مفتی محمد خبیب صدر جمعیۃ علماء کاس گنج، مولانا محمد اسرار اللہ ناظم جمعیۃ علماء کاس گنج اور قاری محمد راشد صدر جمعیۃ علماء تحصیل سہاور کاس گنج شامل تھے۔

جمعیۃ علماء تلنگانہ و آندھرا کی جانب سے دس روزہ نشہ بندی، نوجوانوں میں بے راہ روی کی اصلاح اور شرعی نکاح مہم

حیدرآباد، ۴ نومبر ۲۰۲۱ء: ریاستی جمعیۃ علماء تلنگانہ وآنداھر پردیش کے جنرل سیکریٹری حافظ پیر خلیق صابر صاحب کے بموجب ریاستی صدر محترم مولانا حافظ پیر شبیر احمد صاحب صدر جمعیۃ علماء تلنگانہ وآندھرا پردیش کی زیرنگرانی گزشتہ ۲۱ سالوں سے دونوں ریاستوں میں جلسہ اصلاح معاشرہ کے پروگرام منعقد ہوتے آرہے ہیں، نوجوانوں میں بڑھتی ہوئی بے راہ روی، ہر طبقہ حتی کہ طلبہ وطالبات کا نشہ آور چیزوں کے استعمال میں بے انتہا ملوث ہونا، نشہ آور چیزوں کی برائی کا ختم ہو جانا، سماج میں قتل کی وارداتوں کا بڑھنا، اور نوجوان مرد وعورتوں میں پاکیزگی وعفت ختم ہو کر غیر اخلاقی برائیوں کے چلن کا عام ہو جانا، معاشرہ کی اس سنگین صورت حال کے سبب امسال بھی ریاستی صدر محترم کی زیرنگرانی جمعیۃ علماء ریاست تلنگانہ وآندھرا نے دونوں ریاستوں میں دس روزہ اصلاح معاشرہ مہم کا آغاز ہونے جارہا ہے، اس مہم میں جمعیۃ علماء ریاست کے ہر علاقہ میں علماء کرام کے ذریعہ سماجی برائیوں کے خلاف شعور بیداری اور اصلاح کی مہم چلائے گی۔ اسی طرح سماج کا ایک اور اہم ترین اور نازک مسئلہ جو معاشرہ میں ناسور بن چکا ہے، لوگ شرعی واسلامی نکاح کی سادگی کو چھوڑ کر خرافات اور رسوم کی نحوست کا شکار ہو چکے ہیں، جس سے نکاح جیسے خوبصورت رشتہ کی برکتوں سے محرومی گھر گھر پھیل گئی ہے، جمعیۃ علماء ریاست تلنگانہ وآندھرا کی اس دس روزہ اصلاح معاشرہ مہم کا ایک اہم موضوع خود اسلامی وشرعی نکاح کو عام کرنا بھی ہے تا کہ نکاح کے موقع پر ہونے والے مظالم اور خرافات کی اصلاح ہو اور ایک مضبوط سماج کی تشکیل ہو سکے۔

ریاستی جمعیۃ علماء تلنگانہ وآندھرا کے جنرل سکریٹری حافظ پیر خلیق صابر صاحب نے کہا کہ جمعیۃ علماء کے ذمہ داران اصلاح معاشرہ کے یہ پروگرام پوری ریاست میں سال بھر چلاتے ہیں، یہ دس روزہ اصلاح معاشرہ مہم اسی کام کو مزید مضبوط اور مؤثر بنانے کیلئے پورے زور شور سے چلائی جارہی ہے، اس مہم کو کامیاب بنانے کیلئے ریاست کے تمام بزرگ ونوجوان علماء کرام شرکت فرمارہے ہیں، عوام سے بھی اپیل ہے کہ ہر علاقہ میں اس مہم کو کامیاب بنانے کی کوشش کریں، اور سماج سے نشہ ومنشیات کی برائی کو اکھاڑ پھینکنے کی اس جدوجہد میں خود بھی حصہ لیں، نوجوانوں کی اصلاح کی فکر کریں، اور نکاح کو اسلامی طریقہ سے انجام دیں خرافات ورسوم سے دور رکھیں اور لین دین کے ظلم سے باز رہنے کی فکر کو عام کریں۔

وہاب امداد ٹرسٹ نے ۲۰۰ سے زائد طالبات وخواتین کو اسناد تقسیم کئے

حیدرآباد، ۶ نومبر ۲۰۲۱ء: مولانا حافظ پیر شبیر احمد صاحب سرپرست وہاب امداد ٹرسٹ کے تحت شہر کے مختلف سلم علاقوں میں چل رہے ٹیلرنگ سینٹرس میں امسال کے کورس کے مکمل ہونے پر حیات نگر، ایل بی نگر، این ٹی آر نگر، سینٹرس کے ۲۰۰ سے زائد طالبات وخواتین میں مولانا حافظ پیر شبیر احمد صاحب سرپرست وہاب امداد ٹرست کے ہاتھوں اسناد تقسیم کی گئی، ماضی میں دو مرتبہ لاک ڈاؤن کی وجہ سے اس مرتبہ تعداد کم رہی، اب تک ۲۰۱۰ طالبات وخواتین فن ٹیلرنگ سے آراستہ ہو کر خود کفل بن چکے ہیں جن میں غیر مسلم خواتین وطالبات بھی شامل رہے، اس موقع پر خواتین اور لڑکیوں نے اپنے اپنے ہنر اور صلاحیوں کا مظاہرہ پیش کیا ہے، مزید سینٹرس فلک نما، آزاد نگر، شاہین نگر، کاچی گوڑہ، میں ٹیلرنگ سینٹرس چل رہے ہیں جو آئندہ ماہ مکمل ہوں گے ان سینٹرس میں ۲۸۳ خواتین وطالبات اس فن سے آراستہ ہورہے ہیں، اس کے علاوہ اضلاع میں بھی ٹرسٹ کی جانب سے ٹیلرنگ سینٹرس چل رہے ہیں۔ واضح رہے کہ وہاب امداد ٹرسٹ کا قیام ۲۰۰۸ء میں عمل آیا اس وقت سے ٹرسٹ بحسن خوبی بلا تفریق مذہب وملت بیشمار خدمات انجام دے رہا ہے، ٹرسٹ کا اہم مقصد مسلمانوں کے پسماندہ اور سلم علاقوں کے طلبہ و طالبات کو زیور علم سے آراستہ کرنا ہے، نیز چھوٹے موٹے کاروبار کیلئے ضرورت مند وخصوصاً خواتین کو سود کی لعنت سے بچانے کے لئے اور ایسے شدید ضرورت مند گھرانے کی عورتوں کو رقم دیکر سود جیسی لعنت سے بچانے اور خود کفیل بنانے کیلئے ایک بہترین متبادل انتظام کیا جاتا ہے ان کو ایک ہزار تا پانچ ہزار تک ماہانہ بلاسودی قرض فراہم کیا جاتا ہے جس کی ادائیگی کی صورت ماہانہ دوسو تا پانچ سو روپے ہوتی ہے۔ اور ٹرسٹ کا اہم ترین مقصد خواتین اور لڑکیوں کو بنیادی دینی تعلیم سے آراستہ کرنا ہے اس لئے ہر سینٹرس میں روزانہ آدھ گھنٹہ دینی تعلیم ضروری ہے، اسناد کی تقسیم سے قبل خواتین اور لڑکیوں سے دینی تعلیم کا امتحان لیکر اسناد تقسیم کی جاتی ہے، ہمارے ٹرسٹ کا مقصد یہ بھی ہے کہ خواتین کو خود کفیل بنایا جائے تا کہ وہ گھروں میں رہتے ہوئے حلال روزی کما سکیں۔

ٹرسٹ کے تحت چل رہے مختلف شعبہ جات شعبہ بلاسودی قرض، شعبہ مہندی ڈیزائننگ، شعبہ ٹیلرنگ سینٹرس، شعبہ کوچنگ سینٹر، شعبہ کمپوٹر سینٹرس، نظام اور ومینس کالج میں طلبا و طالبات کو داخلہ دلوانا، شہر کی مختلف بستیوں میں مکاتب دینیہ کا قیام، ٹرسٹ کی جانب سے طلبا کو مدارس دینیہ میں داخلہ دلوانا، شعبہ وہاب پرائمری اسکول، شعبہ ادارہ ادبیات اردو میں فاضل، عالم، ماہر کے امتحانات اب تک ان تمام شعبہ جات میں ہزاروں کی تعداد میں طلبا وطالبات مختلف فنون سے آراستہ ہو چکے ہیں۔ اس کے علاوہ شعبہ کمپیوٹر سے سینکڑوں طلباء فارغ ہو چکے ہیں۔

اس موقع پر حافظ پیر خلیق احمد صابر جنرل سکریٹری جمعیۃ علماء تلنگانہ وآندھرا پردیش، پیر مشتاق احمد عامر انچارج وہاب امداد ٹرسٹ، حافظ محمد یونس صاحب جنرل سکریٹری قطب اللہ پور سینٹرس کے معلمات جہانگر میڈیم، عطیہ میڈیم دیگر معلّمات اور کثیر تعداد میں خواتین وطالبات موجود تھیں۔

اردو اکادمی، پٹنہ میں، فروغ اردو اور ہماری ذمہ داریاں کے عنوان پر سیمینار کا انعقاد

علامہ اقبال کے یوم پیدائش کی مناسبت سے آل انڈیا طبّی کانگریس، بہار کے زیر اہتمام اردو اکادمی پٹنہ میں فروغ اردو اور ہماری ذمہ داریاں کے عنوان پر منعقد سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے جامعہ مدنیہ سبل پور، پٹنہ کے مہتمم جناب مولانا محمد حارث بن مولانا محمد قاسم نے کہا کہ ہماری علمی وراثت اس ملک میں بڑی حد تک اردو میں محفوظ ہے اور ملک کی آزادی میں بھی اردو زبان کا ناقابل فراموش کردار رہا ہے، اس لئے ضروری ہے کہ اردو زبان کی ترویج واشاعت میں حصہ لیں اور اس کے فروغ کے عملی کردار پیش کریں، انہوں نے آل انڈیا طبی کانگریس بہار کے صدر جناب ڈاکٹر عبدالسلام فلاحی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ بڑی خوشی ومسرت کی بات ہے کہ آج اردو ادب کی فروغ وتحفظ کی غرض سے ہم اور آپ سر جوڑ کر اکٹھے ہوئے ہیں، اللہ ہم سب کے جمع ہونے کو قبول فرمائے۔ جامعہ مدنیہ کے مہتمم نے کہا کہ اردو بہت ہی شیریں اور خوبصورت زبان ہے، اس سے بھی بڑی خوبصورت بات یہ ہے کہ اردو کی پیدائش ہندوستان میں ہی ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت نہ صرف ہندوستان بلکہ دنیا کے اکثر حصے میں، آزاد اور دینی مدرسوں میں اردو زبان ہی ان کا ذریعہ تعلیم ہے، حالات جیسے بھی ہوں مگر ان مدرسوں نے اردو زبان کو زندہ رکھنے میں جو کردار پیش کیا ہے، وہ لائق ستائش ہے، اور ہم سب کیلئے قابل تقلید بھی ہے۔

مراسلات

ادارہ کا مراسلہ نگار کی رائے سے اتفاق ضروری نہیں

عشق رسول کیا ہے؟

مکرمی! کہا جاتا ہے کہ ایک کیڑے نے دعوی کیا کہ میں پروانہ ہوں اس سے کہا گیا کہ فلاں جگہ شمع جل رہی ہے وہاں سے ہو کر آؤ اس کے بعد ہم تمہیں پروانہ تسلیم کریں گے، وہ اڑتا ہوا گیا اور تھوڑی دیر میں واپس آ گیا اور دل میں یہ خیال لئے ہوئے آیا کہ اب میں اصلی پروانہ کہلانے کا مستحق ہوں، جب وہ صحیح سالم واپس پہنچ گیا تو کہا گیا کہ تم اصلی پروانہ نہیں نقلی ہو، وہ کہنے لگا واہ ہم نے تو شرط بھی پوری کر دی اب کیا رہ گیا ہے، اس سے کہا گیا کہ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ شمع جل رہی ہو اور پروانہ زندہ واپس آ جائے، کیوں کہ اصلی پروانہ تو شمع پر قربان ہو جاتا ہے واپس نہیں آتا۔ آج ہمارا حال بھی یہی ہے کہ ہم عاشق رسول ہونے کا دعوی تو بہت کرتے ہیں مگر عشق رسول والے اعمال نہیں اپناتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آیا تو انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھ لئے، محض سیرت النبی کا جلسہ کر لیا، جھنڈے اٹھا لیے اور یا رسول اللہ یا محمد کا نعرہ لگا لیا اور سمجھ لیا کہ ہم پکے عاشق رسول ہو گئے۔ یاد رکھیں! ان کا نام لینا عشق رسول نہیں ہے بلکہ عشق رسول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے کا نام ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پر چلنے اور آپ کے کردار کو اپنانے کا نام ہے، عشق رسول کی دلیل سنت پر عمل ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو میری سنت سے محبت کرنے والا ہے وہی مجھ سے محبت کرنے والا ہے اور جو مجھ سے محبت کرنے والا ہے وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کی سنتوں پر عمل کرنے کا نام عشق رسول ہے۔ سچے عاشق رسول وہ تھے کہ جنہوں نے اپنی جانیں تو دے دیں مگر مذہب اسلام احکامات قرآن اور فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر آنچ نہیں آنے دی، ایک سچا عاشق رسول یہ کیسے برداشت کر سکتا ہے کہ انسان دوزخ کے راستے پر چل رہا ہوں اور اسے چین آ جائے اور اپنی قوم وملت کا غم اسے نہ ستائے۔ سید التابعین حضرت سعید ابن مسیبؒ کو دیکھئے کہ حکام کے حکم سے ان کی پیٹھ پر درے لگائے جا رہے ہیں مگر ان کی زبان سے صدائے حق مسلسل بلند ہو رہی ہے، امام ابوحنیفہ نور اللہ مرقدہٗ بغداد کے قید خانے میں اسیر ہیں لیکن اس کے باوجود زبان صدق اعلان حق میں پہلے سے بھی زیادہ سرگرم ہے، اس طرح کے سینکڑوں واقعات تاریخ کے صفحات پر بکھرے پڑے ہیں۔

آج ہمارے ذہنوں میں یہ رچ بس گیا ہے کہ عشق رسول یہ ہے کہ ربیع الاول کا مہینہ آئے تو خوشیاں منالی جائیں، بازاروں میں جھنڈیاں لگالی جائیں، لوبانوں کی بتیاں سلگالی جائیں، جلوس نکال لیا جائے وغیرہ۔ یاد رکھیں: اگر ان چیزوں کا نام عشق رسول ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنہوں نے امت کے لیے ہر مسئلہ کی رہنمائی فرما دی کہیں ان چیزوں کا بھی تو ذکر فرماتے، لیکن پوری تاریخ اور تمام ذخیرہ احادیث میں ان چیزوں کا کہیں بھی ذکر نہیں ملتا، لہٰذا ہم پر ضروری ہے کہ ہم اپنا وقت بدعات وخرافات میں ضائع نہ کر کے صحیح راستے پر چلیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور آپ کی تمام سنتوں کو بجا لائیں، تب کہیں ہمارا نام عاشقان رسول کی فہرست میں شمار ہوگا ورنہ عشق رسول لوبانوں کی بتیوں میں سلگ کر رہ جائے گا اور ہمیں خبر تک نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح سمجھ عطا فرمائے، دین اسلام پر استقامت نصیب فرمائے اور صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مفتی محمد قاسم اوجھاری

مسلمانوں کے فکر وذہن میں تبدیلی کی ضرورت

مکرمی! ہندوستان میں مسلمانوں کی قومی زندگی کو حقیقی خطروں کا سامنا ہے۔ ایک مشکوک اور بے یقین مستقبل کی طرف کسی ایسی ملت کا سفر جو ۱۸-۲۰ کروڑ افراد پر مشتمل ہے حیرت ناک بھی ہے اور تشویش انگیز بھی، سب سے زیادہ پریشانی کی بات یہ ہے کہ جن لوگوں کے ہاتھ میں ۷۰ سال تک مسلمانوں کی رہنمائی کا منصب رہا ہو وہ آزادی سے پہلے اور اس کے بعد کی سیاسی صورتحال کے درمیان نوعیت کے فرق کو پہچاننے میں ناکام رہے اور نئی سیاسی صف بندی پر بھی ان کی نظر نہیں گئی، اسی طرح گزشتہ سات دہائیوں کی سرد وگرم فضا، گہرے اور دور رس نتائج کے حامل بڑے واقعات رہنماؤں کے شعور وذہن پر کوئی نتیجہ خیز اور مفید اثر نہ ڈال سکے بلکہ ہر بڑے واقعہ کے بعد ان کا شعور اور ذہن پہلے سے کہیں زیادہ پیچیدگیوں اور الجھنوں میں گرفتار ہو گیا فکر اور فہم کے پرانے سانچوں کو تو عملی اور حقیقی شکلوں نے توڑ پھوڑ دیا لیکن کوئی نیا سانچہ تیار نہیں کیا جو ایک تشویشناک صورت حال ہے۔

ملک کے ۲۰ کروڑ مسلمانوں کا یہ بے سمت سفر اور ایک عظیم مذہبی اکائی کے دانشوروں یا رہنماؤں کی جانب سے وقت کے تقاضوں سے انحراف کا اظہار اگر کچھ ثابت کرتا ہے تو وہ یہی ہے کہ ان کے سامنے نہ کوئی واضح پروگرام ہے، نہ شعوری طور پر حالات سے مقابل ہونے کی صلاحیت، ظاہر ہے کہ اس کا نتیجہ سوائے اس کے اور کیا نکل سکتا ہے کہ کہیں نہ کہیں جا کر پوری ملت ناگوار نتائج بلکہ قومی پیمانے پر نقصانات سے دوچار ہو جائے۔ مسلمانوں کی پہلی بدقسمتی تو یہی رہی ہے کہ وہ فطرتاً جذباتی ہیں، مختلف عوامل اور اسباب کی بدولت ان کے فکر وذہن پر خوابوں کی گرفت ہمیشہ سے مضبوط رہی ہے، رجائیت پسندی نے انہیں عملی میدان میں سخت اور جان توڑ محنت سے جی چراتے رہنے پر مجبور کیا ہے اور نعروں نیز دلکش وعدوں پر بار بار کے تلخ تجربے کے بعد بھی نہایت آسانی کے ساتھ بھروسہ کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں، دوسری بدقسمتی یہ ہے کہ انہیں جو قیادت میسر ہے وہ مفکروں اور مورخوں سے زیادہ شاعروں اور خیالی دنیا میں رہنے والے فلسفیوں سے متاثر معلوم ہوتی ہے۔ گزشتہ ۷۲ برس سے مسلمانوں کے رہنما، سیاست داں اور صحافی اگر ملت کو یہ سبق پڑھاتے رہیں کہ ''بس دوڑتے رہو کہیں نہ کہیں پہونچ جاؤ گے'' تو ان کی یہ دعوت ایک شاعرانہ مفروضہ سے کہاں مختلف ہے؟ جبکہ حالات میں برق رفتاری سے تبدیلیاں ہو رہی ہیں کل کے اندازے آج غلط ثابت ہو چکے ہیں روایتی دشمن مزید سنگ دل اور پرانے بہی خواہ تلوار تانے کھڑے ہیں۔

تب یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ اسی گھسے پٹے طریقہ پر چلتے رہیں جو اب سے ۷۲ برس قبل تک مفید اور کارآمد ثابت ہوتا رہا تھا، مسلمانوں کو زمانے کی تبدیلی کے تقاضوں اور ان تقاضوں کی پیچیدگیوں او رنزاکتوں کو بہر طور پر اپنے سامنے رکھنا ہوگا، نئی تازہ ہواؤں، روشنی اور حقیقت کا سامنا کرنے کی طاقت پیدا کر کے ہی ان مسائل سے نپٹا جا سکتا ہے جو مسلمانوں کو آج درپیش ہیں۔ یہ نازک و پیچیدہ کام ہے جسے اپنی علاحدہ تنظیمیں بنا کر یا پہلے سے موجود مسلم جماعتوں کو از سر نو کھڑا کر کے نہیں کیا جا سکتا اس کے لئے تو وہی کام کرنا ہوگا جس کا مشورہ آزادی کے بعد مولانا ابوالکلام آزاد نے دیا تھا کہ قومی جماعتوں میں مسلمان فعال کردار ادا کریں اور ان کی پالیسی وپروگرام پر اثر انداز ہوں۔

عارف عزیز، بھوپال

ALJAMIAT (URDU WEEKLY) NEW DELHI
Postal Registration No. DL(C)-01/1267/2021-23
Publishing Date: 5 November 2021 Posting Days MON. TUE. at N.D.P.S.O. New Delhi R.N.I. 38985/82

منظر پس منظر م-ع-ج-

• مسلم آبادی میں اضافہ کا گمراہ کن پروپیگنڈہ

• آر ٹی آئی کارکنوں کی ہلاکت • بی جے پی شخصی اجارہ داری کی شکار

مسلم آبادی میں اضافہ کا گمراہ کن پروپیگنڈہ

ہندستان میں مختلف مذاہب سے وابستہ عوام کی آبادی کے حوالہ سے نئی جائزہ رپورٹ میں نشاندہی کی گئی کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کی آبادی کے تقابلی جائزہ میں کوئی نمایاں فرق ظاہر نہیں ہوا ہے۔ سال ۱۹۵۱ء سے جبکہ پہلی مردم شماری ہوئی تھی کوئی بڑی تبدیلی نوٹ نہیں کی گئی۔ سال ۱۹۹۲ء اور ۲۰۱۵ء کے درمیان مسلمانوں میں شرح پیدائش چار اعشا چار فیصد سے گھٹ کر دو اعشاریہ دو فیصد ہوگئی جبکہ ہندوؤں میں شرح پیدائش تین اعشاریہ تین فیصد سے گھٹ کر دو اعشاریہ ایک فیصد ہوگئی۔ اس طرح مذہبی

لڑکیوں کی پیدائش اسقاطِ حمل کے ذریعہ روکنے کا رجحان مسلمانوں اور عیسائیوں سے زیادہ ہندوؤں میں ہے۔ اسقاطِ حمل کے زیادہ واقعات وسطی ہندستان میں ہوئے ہیں۔ نقل مکانی کی وجہ سے مذہبی آزادی کے تناسب میں تبدیلی کے حوالہ سے جائزہ رپورٹ میں کہا گیا کہ ۱۹۵۰ء کے دہے میں نقل مکانی کا ملک کی مذہبی آبادی کے تناسب پر کم اثر پڑا۔

گروپس میں شرح پیدائش کا فرق بہت کم ہے۔ ہندستان میں اوسط شرح پیدائش دو اعشاریہ دو فیصد ہے جو معاشی ترقی یافتہ ممالک کی شرح پیدائش سے زیادہ ہے۔ ترقی یافتہ ممالک کی شرح پیدائش ایک اعشاریہ چھ فیصد ہے۔ بتایا گیا کہ ہندستان میں تمام مذہبی گروپوں میں شرح پیدائش کم ہوئی ہے۔ آزادی کی ابتدائی دہائیوں میں مذہبی اقلیتوں کی شرح پیدائش زیادہ تھی، سال ۱۹۵۱ء اور ۱۹۶۱ء کے درمیان مسلمانوں کی آبادی میں ۳۲/اعشاریہ سات فیصد اضافہ ہوا تھا جبکہ ہندستان کی مجموعی آبادی میں اس عرصہ میں ۲۱/اعشاریہ چھ فیصد اضافہ ہوا تھا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اس وقت ہندستان کی جملہ ایک ہزار دو سو ملین آبادی میں آٹھ ملین افراد چھ بڑے مذاہب میں سے کسی مذہب سے تعلق نہیں رکھتے، ایسے افراد میں زیادہ تر قبائلی لوگ ہیں۔ جائزہ میں کہا گیا کہ والدین بیٹیوں کی پیدائش پر بیٹوں کی پیدائش کو ترجیح دیتے ہیں۔ پیدائش سے پہلے جنس معلوم کرنے کی لعنت کی وجہ سے بیٹیوں کو پیدائش سے پہلے ہی ماؤں کی پیٹ میں ہلاک کرنے کا رجحان بڑھتا جارہا ہے۔ جنس معلوم کرتے ہوئے اسقاطِ حمل کے واقعات بڑھتے ہی جارہے ہیں۔ اس لعنت کی وجہ سے بے شمار لڑکیوں کی پیدائش روکی گئی ہے جو انتہائی شرمناک حرکت ہے۔ بتایا گیا کہ لڑکیوں کی پیدائش اسقاطِ حمل کے ذریعہ روکنے کا رجحان مسلمانوں اور عیسائیوں سے زیادہ ہندوؤں میں ہے۔ اسقاطِ حمل کے زیادہ واقعات وسطی ہندستان میں ہوئے ہیں۔ نقل مکانی کی وجہ سے مذہبی آزادی کے تناسب میں تبدیلی کے حوالہ سے جائزہ رپورٹ میں کہا گیا کہ ۱۹۵۰ء کے دہے میں نقل مکانی کا ملک کی مذہبی آبادی کے تناسب پر کم اثر پڑا، ہندستان میں رہنے والے ۹۹ فیصد عوام کی پیدائش ہندستان میں ہی ہوئی ہے۔ ہندستان سے باہر نقل مکانی کرنے والوں کی تعداد بیرونی ممالک سے ہندستان منتقل ہوئے افراد سے زیادہ ہے۔ ہندوؤں سے زیادہ مسلمانوں نے ملک چھوڑا ہے۔ مسلم اکثریت ممالک سے ہندستان نقل مکانی کرنے والوں کی تعداد ہندوؤں سے زیادہ ہے۔ جائزہ رپورٹ میں ہندستان میں غیر مستند نقل مکانی کرنے والوں کی تعداد سے متعلق قیاس آرائیوں پر شبہات ظاہر کیے گئے ہیں۔ رپورٹ میں کہا گیا کہ مذہبی تبدیلی کے واقعات کم ہوئے ہیں۔ ۹۸ فیصد ہندستانی بالغ اپنے پیدائش مذہب پر قائم ہیں۔ دستیاب اعداد و شمار کے حوالہ سے مرکز کی بی جے پی زیر قیادت این ڈی اے حکومت نے ہندو مذہب کو درپیش خطرات کے اندیشے مسترد کردیئے اور اسے خیالی باتیں قرار دیا۔ مختلف گوشوں سے دانستہ طور پر ایسا پروپیگنڈہ ہوتا رہا ہے۔ ہندوؤں میں شرح پیدائش کم ہورہی ہے اور مسلمانوں میں شرح پیدائش کافی بڑھ رہی ہے جو صحیح نہیں ہے۔

آر ٹی آئی کارکنوں کی ہلاکت

حق آگہی یعنی رائٹ ٹو انفارمیشن (آر ٹی آئی) کے تحت ملک ایسے شہریوں کو کسی بھی سرکاری محکمہ سے مطلوب معلومات حاصل کرنے کا حق عطا کرتا ہے۔ ہندستان میں یہ قانون اپنی ترمیمی شکل میں ۱۲/اکتوبر ۲۰۰۵ء کو نافذ کیا گیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ گزشتہ پندرہ سالوں میں بدعنوانی و دیگر غلط کام کرنے والے عہدیداروں اور دبنگوں کی ناراضگی کا شکار ہونے والے ۳۰۰ سے زائد آر ٹی آئی کارکن قتل کیے جاچکے ہیں۔ مہاراشٹر میں سب سے زیادہ آر ٹی آئی کارکن مارے گئے، جبکہ گجرات، کرناٹک، بہار اور دیگر ریاستوں میں بھی کئی آر ٹی آئی کارکن مارے جاچکے ہیں۔ ہندستان میں سرکاری اتھارٹی کے کام کاج میں شفافیت اور جوابدہی کو بڑھاوا دینے کے لیے جانکاری مانگنے کے لیے پولیس ملازمین سمیت حق آگہی (آر ٹی آئی) کے کئی کارکنوں کو پریشان کیا گیا اور یہاں تک کہ ان کا قتل بھی کردیا گیا۔ شہریوں پر حملے یا ہراسانی کے ۳۰۰ سے زائد معاملات اور کم سے کم ۵۱ ہلاکتوں اور ۵ خودکشیوں کی میڈیا رپورٹس کو آر ٹی آئی کے تحت مانگی گئی معلومات سے منسوب کیا جاسکتا ہے۔ واضح رہے کہ ہر سال ملک میں ۴۰ سے ۶۰ لاکھ آر ٹی آئی درخواستیں داخل کی جاتی ہیں۔

دوسری طرف آر ٹی آئی کارکنوں کی زندگی کو دبنگوں اور سماج دشمن عناصر سے خطرے کے باوجود ان کا پولیس تحفظ صفر ہے اور یہ سمجھنا مشکل ہے کہ ایسا کیوں ہے۔ لہٰذا اگر ملک کو حق آگہی کے قانون کو زندہ رکھنا ہے تو اسے آر ٹی آئی کارکنوں کو مکمل تحفظ عطا کرنا ہی ہوگا۔ اس کے لیے عدلیہ کو ازخود نوٹس لیتے ہوئے آگے آنا چاہیے تاکہ آر ٹی آئی کارکنوں کا تحفظ یقینی بنایا جاسکے اور وہ نڈر ہوکر قومی مفاد میں مشتبہ مسائل پر معلومات حاصل کرکے انھیں عام کرکے بدعنوان افراد کو غلط کام کرنے والوں کو بے نقاب کرتے رہیں۔

بی جے پی شخصی اجارہ داری کی شکار

سیاسی پارٹیوں میں داخلی جمہوریت اور شخصی آزادی کے بلند بانگ دعوے کرنے والی بی جے پی اب بے نقاب ہورہی ہے۔ بظاہر تو یہی تاثر دیا جاتا رہا ہے کہ بی جے پی پر کسی کی اجارہ داری نہیں۔ یہاں ہر فرد کو ترقی کے یکساں مواقع دستیاب ہیں اور حالیہ دنوں میں مختلف ریاستوں کے چیف منسٹرس کی تبدیلیوں کو بھی اسی تناظر میں دِکھانے کی کوشش کی گئی لیکن کرناٹک کے سابق وزیر اعلیٰ یدی یورپا کے کچھ دن قبل دیئے گئے بیان نے پارٹی کے اصل چہرے کو نقاب کرکے یہ بتادیا کہ بی جے پی میں بھی کوئی داخلی جمہوریت نہیں بلکہ صرف دو افراد کی اجارہ داری ہے اور عوام میں مقبولیت اور شہرت کا حق صرف ان ہی دونوں کا ہے۔ اگر کوئی تیسرا فرد عوام سے قریب ہوگا یا اس کی شہرت ان سے بڑھنے لگے گی تو پھر اس کو کسی نہ کسی بہانے عہدہ سے اور بعض اوقات پارٹی سے ہٹادیا جائے گا۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس موقع پر لوگ اپنے ذہن پر زور ڈالیں اور یادداشت کو ٹٹولیں، انھیں یاد آجائے گا۔ ۲۰۱۴ء کے اواخر میں بھی ایسی ہی باتیں گردش کرنے لگی تھیں۔ کہا جارہا تھا کہ بی جے پی اب صرف دو افراد نریندر مودی اور امت شاہ کی پارٹی بن کر رہ گئی ہے۔ اس میں کوئی داخلی جمہوریت باقی نہیں رہی اور یہ بھی یاد ہوگا کہ مذکورہ دونوں افراد کے خلاف بات کرنے والوں کو یا تو پارٹی سے باہر کا راستہ دِکھادیا گیا یا پھر نہایت ہی غیر اہم پوسٹ کو ایک معتبر نام دے کر انھیں دودھ میں گری مکھی کی طرح نکال پھینکا گیا۔ اوّل الذکر مرحلہ میں یشونت سنہا کا نام لیا جاسکتا ہے جنھیں اجارہ داری کے خلاف آواز بلند کرنے پر پارٹی سے باہر کا راستہ دِکھادیا گیا، جبکہ لال کرشن ایڈوانی، مرلی منوہر جوشی اور دیگر کو پارٹی کا سرمایہ اور رہبر و رہنما کا لیبل لگا کر کنارہ کش کردیا گیا۔

گزشتہ سات سالوں کے دوران مذکورہ رہبروں سے کس حد تک استفادہ کیا گیا اور ان کی رہنمائی میں کیا کام کیے گئے، اس سے عوام اچھی طرح واقف ہیں۔ سات سال بعد یہ مسئلہ ایک مرتبہ پھر سے اُبھرنے لگا ہے اور اس مرتبہ

بی جے پی اب صرف دو افراد نریندر مودی اور امت شاہ کی پارٹی بن کر رہ گئی ہے۔ اس میں کوئی داخلی جمہوریت باقی نہیں رہی اور یہ بھی یاد ہوگا کہ مذکورہ دونوں افراد کے خلاف بات کرنے والوں کو یا تو پارٹی سے باہر کا راستہ دِکھادیا گیا یا پھر نہایت ہی غیر اہم پوسٹ کو ایک معتبر نام دے کر انھیں دودھ میں گری مکھی کی طرح نکال پھینکا گیا۔

یہ ہمت وجے روپانی اور یدی یورپا نے دِکھائی۔

واضح رہے کہ یدی یورپا کو صحت اور عمر کی اساس پر عہد وزارت اعلیٰ سے ہٹانے کا دعویٰ کیا گیا اور یہ جتانے کی کوشش کی گئی کہ یدی یورپا اپنی مرضی سے راضی خوشی اس عہدہ سے مستعفی ہورہے ہیں اور ان ہی کے آشیرواد سے بومئی کو وزیر اعلیٰ مقرر کیا جارہا ہے لیکن سچائی اب ظاہر ہورہی ہے کہ یدی یورپا کو دراصل ان کی بڑھتی ہوئی مقبولیت سے خوفزدہ ہوکر پارٹی کی اجارہ دار ٹولی نے منصوبہ بند طریقے سے عہدہ سے ہٹا دیا اور یہ سچائی یدی یورپا کے پارٹی کارکنوں سے خطاب کے دوران عیاں ہوئی۔ انھوں نے پارٹی کارکنوں کو میونسپل اور ضمنی انتخابات کے لیے تیاری کا مشورہ دیتے ہوئے صاف کہا کہ ”مودی لہر کے بھروسہ پر انتخابات میں کامیابی نہیں ملتی، اس کے لیے محنت ضروری ہے، کامیابی کے لیے عوام کو اپنا کام دِکھانا ہوگا، کسی کے نام پر کامیابی کا دعویٰ غلط ہے۔“ □□

جمعیۃ علماء ہند کے محترم صدر اور دار العلوم دیوبند کے معاون مہتمم
امیر الہند حضرت مولانا قاری سید محمد عثمان صاحب منصورپوری نوراللہ مرقدہٗ
کی حیات و خدمات پر مشتمل
ہفت روزہ الجمعیۃ نئی دہلی کا
امیر الہند رابع نمبر
انشاء اللہ ماہ نومبر ۲۰۲۱ء میں منظر عام پر آرہا ہے
تفصیلات آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں
رابطہ ہفت روزہ الجمعیۃ، مدنی ہال (بیسمینٹ) ۱، بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی ۲
موبائل: 09868676489 — ای میل: aljamiatweekly@gmail.com

ضروری اعلان

آپ براہ کرم مدت خریداری ختم ہوتے ہی زرسالانہ ارسال فرمائیں۔ خط وکتابت میں خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

ادائیگی کے طریقے: 1 بذریعہ منی آرڈر
2 Paytm یا PhonePe کے ذریعہ 9811198820 پر
ALJAMIAT WEEKLY
3 آن لائن ادائیگی کیلئے بینک اکاؤنٹ کی تفصیل
A/c. 912010065151263
Axis Bank, Branch: Chitranjan Park, N.D.
IFS Code : UTIB0000430

شرح خریداری

سالانہ	200/-
ششماہی	100/-
فی پرچہ	5/-
پاکستان اور بنگلہ دیش کے لئے	2500/-
دیگر ممالک کے لئے	3000/-

رابطہ: منیجر ہفت روزہ الجمعیۃ مدنی ہال (بیسمینٹ) ۱، بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی ۲
فون: 011-23311455

ہفت روزہ الجمعیۃ انٹرنیٹ پر بھی دستیاب ہے، لاگ آن کریں: www.aljamiat.in
رابطہ: 9811198820 ای۔میل: aljamiatweekly@gmail.com

Printed & Published by SHAKIL AHMAD SYED on behalf of Jamiat Trust Society printed at Shervani Art Printers, 1480, Qasimjan Street, Ballimaran, Delhi-6 and Published from Madani Hall,1, Bahadur Shah Zafar Marg, New Delhi-110002. Editor MOHD. SALIM, Ph. No. 23311455, 23317729, Fax No.: 23316173.
Designing & Composing: HUMRAN AZMI